مجلد نہم	ماہ جمادی الاولیٰ سنہ ۴۰ھ مطابق جنوری سنہ ۲۲ء	عدد اول

مضامین

۷۸۶

شذرات

مسٹر گیا نندرونا تھہ چکرورتی کا شمار اسوقت ہندوستان کے مشہور ترین ماہرین تعلیم مین ہوتا ہے انکی ساری عمر صیغہ تعلیم مین بسر ہوئی ہے، مدتون وہ کالج کے پروفیسر اور ہائی اسکولون کے انسپکٹر رہچکے ہین الہ آباد یونیورسٹی کے بہت پرانے فیلو اور بنارس ہندو یونیورسٹی کورٹ کے ممبر ہین، اور اب کچھ عرصہ سے لکھنؤ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہین، ان کے قلم کا ایک مضمون عثمانیہ یونیورسٹی پر جنوری کے ماڈرن ریویو مین شائع ہوا ہے، جسکی تلخیص آیندہ نمبر مین ناظرین معارف کے پیشکش ہوگی، فاضل موصوف نے بعض نکتہ چینیون کے باوجود، بحیثیت مجموعی یونیورسٹی مذکور کے تخیل اور طریق کار کی بہت کافی داد دی ہے، اور اسے برٹش انڈیا کی یونیورسٹیون کے سامنے بطور نمونہ کے پیش کیا ہے، یونیورسٹی کے تخیل کے بلند، بہتر و قابل تقلید ہونے مین کس کافر کو شک ہوسکتا ہے، لیکن یونیورسٹی کے طریق کار سے کیا خود موجودہ کارکنون کی بھی قوت ایمانی مطمئن ہے؟ دنیا پر طاؤس کے حسن و خوشنمائی کی مداحی مین بالکل حق بجانب ہے لیکن خود طاؤس کی کیفیت نفسی، اپنے پیرون پر نظر کرنے کے بعد کیا ہوجاتی ہے، اردو کے ظریف ناصح نے حال ہی مین کہا ہے،

نہ بھول اسپہ کہ یہ اردو تجھے اچھا سمجھتا ہے
تو اپنے دل مین اپنے آپکو کیسا سمجھتا ہے

بات پر بات یاد آتی ہے، اردو یونیورسٹی کے ذکر پر ذہن انجمن اردو کی جانب منتقل ہوتا ہے، دسمبر کا آخری ہفتہ ملک کے جملہ قوائے عملی کے لئے میدان مظاہرہ ہوتا ہے، جسمین قوم کی زندہ آبادی کا بچہ بچہ ہمت، اقدام و عمل کے اسلحہ سے کمر بستہ نظر آتا ہے، لیکن اردو کا لشکر شاید اپنے خیال مین فتح کامل حاصل کرچکا ہے، اسکے سپاہیون نے ہتھیار کھول کر رکھدیئے ہین، اور اسکے افسر خواب راحت کا لطف لے رہے ہین، سنہ [illegible] مین بدایون سے ایک پرزور آواز آل انڈیا اردو کانفرنس کی تحریک قیام کیلئے اٹھی تھی لیکن جس تیزی کے ساتھ یہ آواز اٹھی تھی اسی سرعت کے ساتھ اس زمین مین مدفون ہوگئی جو مزارات شہدا کے لئے مشہور ہے سنہ۱۶ء مین بزرگان لکھنؤ نے اس نقارہ پر اس زور سے چوب لگائی کہ علیگڈھ، بنارس، پٹنہ، اورنگ آباد تک کے در و دیوار جنبش مین آگئے، لیکن کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ یہ کسی ساحر قیصر باغ کے جرس کاروان کی صداے بازگشت تھی، اسی کے سال دو سال بعد یہ برق افق دہلی پر چمکی لیکن معاً نظر آگیا کہ اسکا مقصد زائرین حرم ادبیات کو روشنی پہنچانا نہین بلکہ انکی نگاہون کو خیرہ کردینا تھا، خیر یہ تاریخ تو اردو کانفرنس کی تھی جو ابتدا ہی سے ایک تفریح و تفنن کی چیز تھی، البتہ انجمن ترقی اردو ایسی مجلس تھی جو اپنی بساط کے موافق فی الجملہ قابل قدر خدمات انجام دے رہی تھی، لیکن اب دو ایک برس سے اسکے بھی کہین اجلاس منعقد ہونے کی خبر نہین آتی، اگر اسکے اجلاس اب بند ہوگئے تو یہ مطلق حیرت انگیز نہین، حیرت اسپر ہے کہ اتنے عرصہ تک کیونکر ہوتے رہے! جس چراغ کا تیل بالکل ختم ہوچکا ہے، وہ اگر کچھ دیر جھلملاتی ہوئی روشنی دیتا رہے تو اسپر حیرت ہوسکتی ہے، لیکن اگر وہ فوراً بجھ جائے تو کسی کو بھی تعجب نہ ہوگا۔

ایک سرکاری اطلاع نامہ کے مطابق اپریل سنہ۲۰ء سے مارچ سنہ۲۱ء تک برٹش ہندوستان مین (یعنی ریاستون کے رقبہ کو مستثنیٰ کرکے) موٹر کی قسم کی سواریان ۴۵۹۹۳ کی تعداد مین درج رجسٹر ہوئین، ان مین ۳۱۹۳۴ موٹر کارین تھین، ۱۱۳۹۹ موٹر سائیکلین تھین، اور ۲۶۶۰ بھاری موٹر گاڑیان تھین،

اس سال نئی موٹر کارون کی درآمد کی تعداد ۱۵۴۳۲ رہی جنکی مجموعی قیمت تخمیناً آٹھ کرور ہوتی ہے!

ہندوستان کے مختلف صوبون نے اس کارخیر مین حسب ذیل نمایان حصہ لیا:۔

بمبئی	۱۰۲۸۸	موٹرین
بنگال	۷۴۸۲	،،
برہما	۳۲۴۰	،،
صوبۂ متحدہ	۲۶۷۵	،،

تمدن جدید کے آیات کمال کا سرعنوان تو شاید موٹرون ہی کو رکھنا چاہیئے، لیکن ان کا دایرہ امراء و خوشحال طبقہ تک محدود ہے، کائنات شائستگی کے آفتاب و ماہتاب دو اور عزیز ہستیان ہین، جنکے دائرۂ اطلاق مین متوسط الحال افراد بلکہ غربا تک بھی آجاتے ہین، یعنی شراب و سگرٹ، اعداد ذیل انکے حلقۂ فیض کے حدود پیش نظر کردینگے:۔

	سنہ ۱۹۱۸-۱۹ء	سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء	سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء
شراب	۵۳ لاکھ گیلن	۵۴ لاکھ گیلن	۵۷½ لاکھ گیلن
سگرٹ	،،	۲۰ لاکھ پونڈ	۶۰ لاکھ پونڈ

یہ اعداد وزن کے لحاظ سے تھے، اب ایک نظر انکی قیمتون پر بھی ہو:۔

	سنہ ۱۹۱۹-۲۰ء	سنہ ۱۹۲۰-۲۱ء
قیمت اسپرٹ (شراب کی صرف ایک نوع)	۲ کرور روپیہ	۳½ کرور روپیہ
قیمت سگرٹ	۱ کرور ۶۸½ لاکھ	۲ کرور ۵۸¼ لاکھ

افسوس ہے، سرکاری اعداد مین اسکی تفصیل درج نہین کہ ہندوستان کی مختلف قومون مین کس کس نے کس حدتک ان جنسہاے گران مایہ کی قدردانی مین حصہ لیا، ورنہ نظر آجاتا کہ جس شریعت نے شراب نوشی کو عمل شیطانی قرار دیا ہے، جس ملت کے اکابر نے شراب کو ام الخبائث کا لقب دیا ہے، جس مذہب نے اپنے پیروؤن کے سامنے کفایت و سادگی کا نصب العین رکھا ہے، اور جس کتاب آسمانی نے تکلفات دنیوی کو "متاع غرور" اور لہو و لعب سے تعبیر کیا ہے، اسکے نام لینے والے کس حدتک اپنے ضمیر کو اپنے نفس پر حاکم رکھنے والے ہین، لیکن عام مشاہدات کی بنا پر کون کہہ سکتا ہے کہ بازار تعیش کے اس کاروبار مین اس دریادل قوم کا نمایان حصہ نہوگا؟ یہی قوم آج باوجود اپنی انتہائی عیش پرستی، تن پروری و زشتی اعمالی کے، حق و صداقت، غیرت و حمیت، ایثار و للہیت، صدق و روحانیت، عزم و حقانیت کا نام لیکر اٹھی ہے کہ صنمکدۂ کائنات کو پھر ایک بار کاشانۂ خلیل بنادے، اُسکے دعوؤن کی لاج رکھنا محض ستار عیوب و قادر کل کے ہاتھ ہے، ورنہ اپنے اعمال اور اسباب ظاہری تو ایسے ہین کہ غیر تو غیر خود اپنون کو بعض دفعہ اس جسارت پر حیرت ہوجاتی ہے اور بے ساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے،

ہے آرزو کہ ابروے پُرخم کو دیکھیے
اس حوصلہ کو دیکھیے اور ہم کو دیکھیے

علیگڈھ مسلم یونیورسٹی جسکی بابت امیدین یہ دلائی گئی تھین کہ وہ قرطبہ اور بغداد کی جانشین ہوگی، بالآخر جب وجود مین آگئی تو اسکا سب سے پہلا کارنمایان دنیا کے سامنے یہ پیش ہوتا ہے کہ ۱۲۔ فروری کو شاہزادہ ولیعہد بہادر مسلم یونیورسٹی کی سرزمین کو اپنے ورود سے مشرف کرینگے، یونیورسٹی انہین ڈاکٹری کی اعزازی ڈگری دیگی، اور اُنکے ساتھ چار اور صاحبون کو بھی ڈاکٹری کی اعزازی ڈگری عطا ہوگی، یہ قابل رشک اصحاب اربعہ کون ہین؟ گورنر صوبۂ متحدہ، ممبر تعلیمات حکومت ہند، مہاراجہ صاحب گوالیار،

اور نواب صاحب رامپور، اس سے قطع نظر کرکے کہ مسلم یونیورسٹی کی یہ انگریز نوازی موجودہ مسلم
جذبات کے کہانتک موافق ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن خوش نصیب اصحاب اربعہ پر یہ اعزاز
کی بارش ہونے والی ہے وہ واقعۃً اس اعزاز سے کچھ بھی مناسبت رکھتے ہین؟ اس سوال کا جواب
آج مسلم یونیورسٹی کے اربابِ حل وعقد آسانی سے ٹال سکتے ہین، لیکن ایک وقت آنے والا ہے
جب یہ سوال اس آسانی سے نہ ٹل سکیگا، اور جب دنیا کی ہر امانت کی طرح اس امانت کا بھی حساب
دینے پر مجبور ہونا پڑیگا، بہتر ہوگا اسوقت کے لئے کوئی معقول جواب ابھی سے سوچ رکھا جائے۔

یونیورسٹیون کی غرض یہ ہوتی ہے کہ علم واخلاق کی روایات کو زندہ رکھا جائے، اور اُنکی زندگی کو
ترقی دیجاتی رہے، آنریری ڈگری انتہائی اعزاز ہے جو کوئی یونیورسٹی اپنے اصل مقاصد کے لحاظ سے
کسی فرد کو دیسکتی ہے، باقی اگر کسی دولتمند نے باوجود علم واخلاق سے معرا ہونے کے یونیورسٹی کی مالی
مدد کی ہے تو اس احسان کے اعتراف کے لئے یونیورسٹی کے پاس اور بہت سی صورتین ہین، مثلاً
یہ کہ اسے یونیورسٹی کا رکنٹر منتخب کردیا جائے، اسکے نام پر کوئی عمارت یونیورسٹی مین تعمیر کرادیجائے
وقس علی ہذا۔ لیکن اعزازی ڈگری کے استحقاق کا معیار تمامتر علمی امتیاز وبلندی اخلاق پر ہے، مسلم
یونیورسٹی کے آنریری ڈگری پانے والے اصحاب نے اگر اس حیثیت سے اپنی اہلیت کا کوئی ثبوت
دیا ہے تو اُسے یقیناً علی گڈھ کے وائس چانسلر یا خزانچی صاحب کے دفتر کی کسی آہنی الماری مین
بہت ہی مضبوط قفل ڈال کر چھپا دیا گیا ہے۔

دنیا کی دوسری یونیورسٹیون مین آنریری ڈگریان جس درجہ کے کاملین فنون واساتذۂ علوم کو
ملتی رہتی ہین، اُنکی توضیح کے لئے یورپ وامریکہ سے مثالین تلاش کرکے لانے کی حاجت نہین،

خود ہندوستان مین علی گڈھ سے چند قدم پر بنارس اور ذرا اور آگے بڑھ کر کلکتہ ہے، ولیعہد بہادر کا
ورود ان دونون جگہون مین بھی ہوا، آخر ان یونیورسٹیون نے اس موقع پر کیا کیا؟ بنارس کی ہندو
یونیورسٹی نے ڈاکٹر کی آنریری ڈگری دی مگر کسکو؟ مسز بسنٹ کو، جنکے ہاتھون ہندو کالج کی بنیاد پڑی تھی
جنکی ایک عمر ہندو علوم وفنون کی ترویج واشاعت مین بسر ہو چکی ہے، اور جنکی علمی ودماغی قابلیت کا
اعتراف ملک کے نہین، دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہو چکا ہے، کلکتہ کی سرکاری یونیورسٹی نے متعدد
اشخاص کو ڈاکٹر کی آنریری ڈگریان دین، مگر یہ کون لوگ تھے؟ یہ وہ تھے جو اپنی عمرین، فلسفہ،
سائنس، تاریخ وادب کی خدمتگذاری مین صرف کرچکے ہین، جنکا نام علمی دنیا مین بچہ بچہ کی زبان پر ہے
اور جنکی عزت وتعظیم کرنا خود علم وفن کی عزت وتعظیم کرنا ہے، مسلمانون مین بیشک قحط الرجال ہی لیکن
کیا یہ قحط اسقدر سخت ہے کہ مسلم یونیورسٹی کو اپنے اخوان طریقت مین چند افراد بھی اس پایہ کے نظر نہ آئے؟
ان لوگون سے قطع نظر کیجیے جنکی سیاسیات مسلم یونیورسٹی کے نزدیک قابل نفرت ہے، تو بھی کیا اہلِ
سوالات مین ایک متنفس بھی اس پایہ کا نہین نکل سکتا؟ سید امیر علی کی خدمات تاریخ ومذہب، عماد الملک
سید حسین بلگرامی کا علم وفضل وتعلق علی گڈھ، ڈاکٹر اقبال کی فلسفیانہ وادبی عظمت، جسٹس عبدالرحیم کی
قانونی وسعتِ نظر، مولوی عبدالحلیم شرر کی خدمات زبان وادب، شاید یہ تمام قربانیان مسلم
یونیورسٹی کی درگاہ مین ناقابل قبول ہین!

خیر عزت تو جسکی ہے، صرف اُسی کی ہے، (ولہ الکبریاء فی السمٰوٰت والارض)
اور اسی رب العزت کی رحمت کے طفیل مین پیغمبرون اور پھر عام مومنین کی ہے، وللہ العزۃ
ولرسولہ وللمومنین ولکن المنافقین لایعلمون۔ (منافقون - ع ۱) اُسکو کسی یونیورسٹی کی اعزازی ڈگریان
گھٹا بڑھا نہین سکتین، اُسکا تعلق تو صرف ایمان واعمال صالحہ سے ہے، البتہ نااہلون کو زبردستی

علم یا حکومت کا لباس پہنا دینا، بالآخر خود انہین کے حق مین اور ساری قوم کے حق مین مضر ہوتا ہے، مولانا رومی نے کیا خوب تمثیل دی ہے، کہ نااہل کو عالم یا حاکم بنا دینا رہزن کے ہاتھ مین تلوار دیدینا ہے، بلکہ اس سے بھی بدتر ہے،

بدگہر را علم و فن آموختن ... دادن تیغ بدستِ راہزن

تیغ دادن در کف زنگی مست ... بہ کہ آید علم ناکس را بدست

علم و مال و منصب و جاہ و قران ... فتنہ آید در کفِ بدگوہران

پس غزا زین فرض شد بر مومنان ... تا ستانند از کفِ مجنون سنان

قوم کے نادان دوست اسی غزا و جہاد کے وقت کو اپنے اعمال سے قریب بلا رہے ہین۔

مقالات

مرزا غالب کا ایک فرنگی شاگرد

آزاد فرانسیسی

از مولوی عبد الماجد بی اے

پچھلے نمبر کے شذرات مین اُردو کے چند فرنگی شاعرون کا جو مختصر تذکرہ آگیا تھا، ناظرین کرام نے اس سے دلچسپی کا اظہار کیا، اور بعض احباب کو یہ داستان خوشگوار اور پرلطف معلوم ہوئی، ان حضرات کی ضیافت ذوق کے لئے ایک فرنگی شاعر کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

الگزنڈر بیدرلی، ایک فرانسیسی خاندان کے رکن تھے[1]، ولادت غالباً ہندوستان ہی مین ہوئی تھی، سال ولادت تقریباً ۱۸۲۹ء تھا، اٹھارہ سال کی عمر سے اُردو شاعری کا شوق پیدا ہوا، مشورۂ سخن کے لئے کلام کو نواب زین العابدین خان عارف[2] (شاگرد و عزیز مرزا نوشہ) اور خود غالب کی خدمت مین بھیجنا شروع کیا، ان حضرات کا فیض توجہ بے اثر نہین رہ سکتا تھا، کچھ عرصہ مین اچھی خاصی مشق ہوگئی، اور کلام مین فی الجملہ پختگی آگئی، جو ایک غیر قوم کے فرد کے لئے بہت بڑی بات ہے، عمر نے وفا نہ کی، ۳۲ سال کی عمر مین ۷- جولائی ۱۸۶۱ء کو انتقال کیا، تاہم اتنے ہی عرصہ مین کلام کا مجموعہ اسقدر ہو گیا تھا کہ معمولی ضخامت کا دیوان تیار ہو جاتا، چنانچہ مرحوم کے برادر کلان طاس بیدرلی نے دو برس کے بعد

---

[1] تذکرۂ خمخانۂ جاوید، جلد اول،

[2] یہ وہی عارف ہین جنکی جوان مرگی پر غالب نے وہ مرثیہ کہا ہے جسکا ایک شعر یہ ہے ؎

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف + کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور۔ (یہ مرثیہ مطبوعہ دیوان غالب (اردو) مین درج ہے)

اس دیوان کو شائع کرادیا،

تخلص آزاد کرتے تھے، اسلئے دیوان بھی دیوان آزاد کے نام سے موسوم ہے، ضخامت ۱۰۵ صفحہ ہے، مطبع احمدی آگرہ سے ۱۸۶۳ء مین شائع ہوا، اب بازار مین نایاب ہے، میرے پیش نظر کتبخانۂ سرکاری رامپور کا نسخہ ہے،

ابتدا مین دو دیباچے ہین، پہلا دیباچہ فارسی مین منشی شوکت علی ساکن شاہپور ضلع فتحپور کا ہے جنکا طرز بیان تقریظ نگارون کے عام دستور کے مطابق کافی شاعرانہ ہے، اور بعض بیانات مبالغہ سے خالی نہین، یہ صاحب حمد و نعت کے بعد تحریر فرماتے ہین:-

"فتاے ہنرمند وگوہر ذکا پیوند خداوند عقل وتمیز، صاحب فراست وہر دلعزیز، مستعد ازلی الگزنڈر ہیدرلی، کہ ذہن وذکا را در غلغش خمیر بود، وسعادت ومروت در ضمیرش جا پذیر، در سن ہیزدہ سالگی بر شنیدن اشعار اساتذہ متقدمین ومتاخرین طبع ذکاوش در تحصیل کمالش توجہ نمود، گاہ گاہ ہنگام فرصت بمطالعۂ تصانیف اوستادان پرداختے، وبا معتمم الدولہ امیر الملک محمد اسد اللہ خان بہادر سہراب جنگ غالب تخلص ونواب زین العابدین خان متخلص بہ عارف کہ ہر دو حضرات از اکابر امرا والا دودمان دہلی بودند بذریعۂ مراسلات ومکاتبات استمداد سخن داشتے"-

آگے چل کر اسی دیباچہ مین یہ ذکر ہے کہ ہیدرلی صاحب کو طب مین بھی ید طولی حاصل تھا، مریض عمواً انکے علاج سے شفایاب ہوتے تھے، مزاج مین سخاوت وفیاضی حد سے بڑھی ہوئی تھی، دوائین بلا قیمت تقسیم کرتے، اور دوسرے طریقون سے بھی غربا کی دستگیری کرتے رہتے، خود عسرت سے بسر کرتے، لیکن قرض لیکر دوسرون کی حاجت روائی کرتے، ریاست الور مین توپخانہ کے کپتان مقرر ہو کر گئے، اسی سال وفات پائی۔

دوسرا دیباچہ جو اردو مین ہے، آزاد کے بڑے بھائی طاس ہیدرلی کے قلم سے نکلا ہے جو

ریاست بھرت پور مین ڈپٹی کلکٹر تھے، یہ دیباچہ ذیل مین تمام وکمال درج کیا جاتا ہے، آج سے ۷۰ سال قبل کی ایک فرانسیسی شخص کی اردو نثر کا نمونہ بجائے خود ایک یادگار شے ہے،

نیازمند درگاہ لم یزلی طاس ہیدرلی ابن مسٹر جمیس ہیدرلی مرحوم بیان کرتا ہے، اور اپنا راز دل صاحبدلون پر یون عیان کرتا ہے کہ میرا حقیقی چھوٹا بھائی کپتان الگزنڈر ہیدرلی جوان سعادتمند شیرین زبان دانش پیوند ابتداے عمر مین شعر وسخن کا مایل ہوا، اور چند روز مین جیسا چاہیے مایۂ سخنوری ومعنی گستری اسکو حاصل ہوا، کیونکہ بہت طبیعت دراک تھی، فکر چالاک تھی، جو کچھ دل سے زبان تک اور زبان سے قلم تک آیا، اُس نے گلہاے معنی کا ایک تختہ خوشرنگ دکھایا، رفتہ رفتہ اسکے کلام کی وہ صورت ہوئی کہ ہم فنون کو رشک ہوا، اور دانشمندون کو حیرت ہوئی، نواب زین العابدین خان دہلی کے امیرزادہ عالی خاندان جو عارف تخلص کرتے تھے اور جناب نجم الدولہ اسد اللہ خان بہادر غالب کے شاگرد تھے، وہ اسکے استاد تھے، اور اس نوجوان کو اپنے استاد اور اپنے استاد کے استاد کے انداز مین نظر تھے، اور اکثر انکے اشعار یاد تھے، ہنوز برادر موصوف بہت کچھ کہنے نہ پایا تھا، بلکہ مین کہہ سکتا ہون کہ جو کچھ اسکے دل مین تھا ابھی اُسکی زبان پر نہ آیا تھا کہ ناگاہ وقت ناگزیر آپہنچا، اور اس سعادتمند ازل کو پیغام اجل کا آپہنچا، چونکہ سرکار الور مین عہدۂ کپتانی پر مامور تھا، دنیا سے سفر کرتے وقت میری نظر سے دور تھا، ایسا لایق ہونہار بھائی جس نے کل دو اُوپر تیس برس کی عمر پائی، ساتوین جولائی ۱۸۶۱ء کو کام تمام ہوا، اس غم کا جسقدر بیان کیجئے اس سے سواے جو اپنا حال بنا ہے، اور جسقدر غم کیا جائے بجا ہے، ع این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد، افسوس نہ فریاد مین فائدہ دیکھا نہ رونے مین تاثیر پائی، بہت روئے پیٹے، آخر صبر کرتے بن آئی، اشعار اس مرحوم کے جو پریشان جابجا پڑے پائے گویا سونے مین زمرد اور یاقوت کے نگینے جڑے پائے، خیال آیا کہ جواہر کو بکھرا پڑا نہ رہنے دیجئے، اور ان سب اشعار کو ردیف وار جمع کر کے

دیوان مرتب کیجئے، تاکہ جو کوئی دیکھے وہ کہے کہ اگرچہ اس شخص کی تھوڑی زندگی تھی مگر واہ اس قلیل مدت مین کیا گہر افشانی تھی، نہین نہین یہ بات نہین ہے مجھکو یہ یقین ہے کہ یہ جو کاغذ پر سیاہی سے لکھے گئے ہین، سوا اسکے اشعار اسکے ماتم مین سیہ پوش ہوئے ہین، الٰہی یہ مجموعۂ اشعار مقبول طبع ہر سخنور ہو اور الگزنڈر ہیدرلی کی رُوح کو حضرت یسوع کے قدم مبارک مین مغفرت میسّر ہو تمام شد،

(ضمیمہ ۱-۱)

دیوان کی ابتدا "قصیدہ حمد و وحدت" سے ہوتی ہے، اسکے بعد "سدس نعت مسیح" ہے، تیس صفحون مین مختلف اعزہ، احباب و والیان ریاست کی شان مین قصاید ہین، انہین سے بعض اچھے خاصے طویل ہین، صفحہ ۴۶ سے صفحہ ۱۵۶ تک دیوان غزلیات ہے، باقی صفحہ ۱۷۵ تک متفرق قطعات مخمس، مرثیہ وغیرہ ہین،

حمد مین بالکل وہی رنگ ہے جو ایک مسلمان شاعر کا ہوتا ہے، توحید باری کی توصیف ہر شعر مین ہے، اور اس طرح پر طرح طرح کے شاعرانہ استدلالات کئے ہین،

سدس نعت مسیح اس لحاظ سے دلچسپ ہے کہ اسکا رنگ بالکل وہی ہے جو مسلمان شعرا کا نعت محمدی مین ہوتا ہے، وہی ذوق و شوق، وہی تضرّع والحاح، اور وہی وابستگی و اعتماد شفاعت، ایک بند ملاحظہ ہو:-

تیری رحمت حامئ رزقِ گدایان یا مسیح
تیری بخشش تاج بخشِ تاجداران یا مسیح

تیری شفقت ہر کس و ناکس کی خواہان یا مسیح
ہے تجھی سے نیک و بد کی مشکل آسان یا مسیح

ساقی کونین و شاہِ دوجہان توہی تو ہے
یا مسیحا چارہ سازِ عاصیان توہی تو ہے

(امید ہے اردو کے زباندان حضرات زبان کی خامیون پر گرفت کرنے سے پیشتر یہ یاد کرینگے کہ شاعر ایک غیر ملک اور غیر قوم کا شخص ہے، جسکی مادری زبان کو اردو سے کوئی مناسبت نہین)

ایک اور بند اسی مسدس کا:-

خسروا از بسکہ ہین میری خطائین بیحساب
عاصیانِ دہر مین اصلا نہین میرا جواب

قابل دوزخ ہون مین اور لائقِ قہر و عتاب
عین نصفت ہے جہانتک مجھپہ ہون رنج و عذاب

اور کچھ چارہ نظر آتا نہین اپنا مجھے
تیری الفت پر توکل ہے شفاعت کا مجھے

ایک مخمس مین مرزا غالب کی غزل "تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے" کی تضمین کی ہے، پہلا بند یہ ہے:-

بلا سے مین نہ سہی خاک بھی عدو کیا ہے
تمہین اُسی کی قسم اسکی آبرو کیا ہے

زبان شوخ بیان کا یہ حسن خو کیا ہے
ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے

تمہین بتاؤ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے

آخری بند یہ ہے:-

کہا جو مین نے کہ غالب نظر نہین آتا
نیاز آپکی خدمت مین اب نہین لاتا

تو بولے بھید کو آزاد تو نہین پاتا
ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا

وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

ایک اور مخمس مین ناسخ کی مشہور غزل "مرا سینہ ہے مشرق آفتاب داغِ ہجران کا" کی بھی تضمین کی ہے، اپنے استاد نواب زین العابدین خان عارف کا طویل مرثیہ کہا ہے، جسمین بعض اشعار خوب نکالے ہین، نمونہ کے لئے چند شعر ملاحظہ ہون:-

ای اہل دید دیکھلو آنکھون سے کیا ہے آج
مین کیا کہون کہ دہر مین کیا ہو رہا ہے آج

یان بعد مرگ حشر کا رکھتے تھے انتظار
لو سر پہ جیتے جی ہی قیامت بپا ہے آج

مردے عجب ہی گرنہ اُٹھین جی کے قبر سے ہم بانگ صور، نالۂ اہلِ عزا ہے آج

ماتم سے کیون نہ دہر مین پڑجائے زلزلہ تشہیر بے ثباتیِ ارض و سما ہے آج

پھر ہوگا شور خلق مین طوفانِ نوح کا اے اہل گریہ گریۂ جوشِ بکا ہے آج

اے جذب اتحاد یہی ہے مدد کا وقت وہ غم مین ہمکو چھوڑ کے تنہا چلا ہے آج

اے جانِ زار جانے مین یہ دیر حیف حیف کچھ بھی سر وفا تجھے اے بیوفا ہے آج

غزلین اکثر غالب کی زمینون مین کہی ہین، لیکن حتی الامکان صفائے بیان اور سلاست روانی و شستگیِ زبان کا سر رشتہ ہاتھ سے نہین جانے دیا ہے، کہین کہین مضمون بھی بہت لطیف پیدا کیا ہے، بعض اشعار حسن تعلیل کا اعلیٰ نمونہ ہین۔

غالب کی مشہور غزل "جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا" پر آزاد نے بھی غزل کہی ہے ؎

مین نہ وحشت مین کبھی سوئے بیابان نکلا وان سے دلچسپ مرا خانۂ ویران نکلا

واعظون سے جو سُنا کرتے تھے جنت کا بیان جبکہ تحقیق کیا کوچۂ جانان نکلا

مگی جا آج در یار پہ بیٹھا ہے رقیب خاک خوش ہو وین جو کل یار کا دربان نکلا

وہ رخِ ہوش رُبا دیکھ کے کب ہوش رہا وصل مین بھی تو نہ دل کا کوئی ارمان نکلا

اشعار ذیل ایک بہتر شاعر اور اہل زبان کے لئے بھی باعث فخر ہو سکتے ہین،

شکلِ قاصد نظر نہین آتی نہین آتی خبر نہین آتی

وہ بلا کونسی ہے صحرا مین جو کبھو میرے گھر نہین آتی

ایک طویل غزل کا اقتباس یہ ہے،

خوش ہون مشکل سے کوئی کام جو آسان ہوتا دورِ افلاک کا شرمندۂ احسان ہوتا

اتنا مشہور نہین ہر کوئی مرنے کا سبب تہا مرے حق مین جو ہونا شب ہجران ہوتا

اہل جنت سے مری روز لڑائی رہتی خلد بالفرض اگر کوچۂ جانان ہوتا

ہم بھی مجنون کی طرح خاک اُڑاتے پھرتے ہوتے ویران اگر گھر نہ بیابان ہوتا

دیکھتے وہ کبھی آئینہ کے دھوکے مین گر مین جو بیتاب ہوا کاشکے حیران ہوتا

کس سے بہلائین سگِ یار کو عریانی مین آج کام آتا وہ آزاد جو دربان ہوتا

تیسرا شعر غالباً غالب کے اس شعر کو پیش نظر رکھکر کہا گیا ہے،

کیا ہی رضوان سے لڑائی ہوگی گھر ترا خلد مین گر یاد آیا

ایک اور غزل کے چند شعر ملاحظہ ہون:۔

تقدیر پہ شاکر رہے راضی برضا ہم اب کسکی شکایت کرین اور کسکا گلا ہم

مت حسن پہ بھولو کہ دکھا دینگے یہ تم کو کرتا ہے وفا حسن کہ کرتے ہین وفا ہم

مشہور ہو سر حلقۂ اربابِ جفا تم معروف ہین منجملۂ اصحابِ وفا ہم

ہین شمع صفت انجمنِ دہر مین آزاد سرگرم رہِ وادیِ تسلیم فنا ہم

دوسرا شعر ایک عجیب عاشقانہ تیور کے ساتھ کہا گیا ہے،

غالب ہی کی زمین مین ذیل کے دو شعر سُننے کے قابل ہین،

نہ دے جو بوسۂ گیسو نہ دے جواب تو دے بلا سے جو تجھے دینا ہو دے شتاب تو دے

حقیقتِ دلِ خون گشتہ سر بسر ہو عیان ذرا وہ طرۂ پُر خم کو پیچ و تاب تو دے

متانت و سنجیدگی جو اکثر دہلی والون کا حصہ ہے، آزاد کے ہان بھی بدرجۂ اتم موجود ہے، وصل کے بے پردہ مضامین، سوقیانہ محاورہ، ہوس پرستی، اور مبتذل الفاظ و تراکیب سے ایک بڑی حد تک ان کا کلام بالکل پاک ہے، وہ عاشق ہین مگر شریف عاشق، وہ معشوق رکھتے ہین مگر ان کا معشوق زن بازاری نہین، وہ اپنی شخصیت کے لحاظ سے مغربی ہین، مگر انکی شاعری مین مشرق کی بلند پایہ

عاشقانہ شاعری کی جھلک پوری طرح موجود ہے، اسکا کچھ اندازہ ان کے منقولہ بالا کلام سے ہوا ہوگا، اور مزید ثبوت آیندہ اشعار سے ملیگا:-

ہے، مگر یہ نہین ظاہر کہ کہان | زخم پنہان ہے کہ یہ سکنِ جان
دل وہ دل ہو کہ سدا غم سے گداز | چشم وہ چشم کہ خونابہ فشان
میکشو، دین ہے کتنا سستا | ایک ساغر ہے بہائے ایمان
ہم نے اس شوخ کو دل مین رکھا | جب نہ پایا کوئی خلوت کا مکان
طبع کو صرفِ دعا کر آزاد | ہو چکا حال وحقیقت کا بیان

مومن خان کی ایک مشہور غزل ہے، جسکا مطلع ہے،

دلبستگی سی ہے کسی زلفِ دوتا کے ساتھ | پالا پڑا ہے ہمکو خدا کس بلا کے ساتھ

اس غزل پر دہلی کے متعدد شاعرون نے غزلین کہی ہین جنمین سالک و انور کی غزلین اپنی اپنی جگہ پر بہت خوب ہین، مرزا غالب کی بھی غزل دیوان ناظم (نواب یوسف علیخان ناظم والئ رامپور) مین ملیگی، آزاد نے بھی اس زمین مین طبع آزمائی کی ہے، بعض اشعار کی داد نہ دینا ظلم ہوگا،

اُڑتا ہے جسم زار ہمارا ہوا کے ساتھ | چلتے ہین تیرے کوچہ مین بادِ صبا کے ساتھ
بے اعتنائیون مین بھی کیا کیا نگاہ ہین | ہین کج ادائیان تری کس کس ادا کے ساتھ
جو ہین سو سب یہی ہین مرے مشت استخوان | ہو جا شریک ای سگِ جانان ہما کے ساتھ
گویا مرا نوشتۂ تقدیر ہو گیا | وہ ربط ہی جبین کو ترے نقش پا کے ساتھ
مین جانتا ہون جان سے تم کو عزیز تر | الفت ہوئی ہی جب، تو ہوئی بیوفا کے ساتھ
عشق بتان مین وہم سے ہون اپنے بدگمان | کیا ورنہ دشمنی مجھے خلق خدا کے ساتھ

غالب کی اس غزل پر "تسکین کو ہم نہ روئین جو ذوقِ نظر ملے" آزاد نے ایک دو غزلہ کہا ہے جسکے چند شعر یہ ہین:-

فارغ ہون اسپہ عشق مین جو خشک و تر ملے | کھانے کو داغ پینے کو خونِ جگر ملے
بے درد ہو نصیب مرے مدعی کو دل | بے داغ دشمنون کو ہمارے جگر ملے
حاصل زبس خلافِ تمنا ہے کام دل | جب ہو وے زہر کی ہمین خواہش شکر ملے
آزاد کسکا شیخ و برہمن نہ ان سے پوچھ | ہے منت، دین جا کے بھی وہ بت اگر ملے

افسوس خاک تک نہ ہمین بہر سر ملے | وہ لوگ بھی ہین جنکو اُڑانے کو زر ملے
بس ہو گیا یقین کہ یہی راہ یار ہے | دل جا بجا پڑے جو سر رہگذر ملے
پھرتا ہی تو تو خلق کی آنکھون مین رات دن | روے زمین پہ کسکو ترا رہگذر ملے
آزاد ہم تو آج گذر جائین جان سے | کوئے صنم مین جا پئے مدفن اگر ملے

اسمین شبہہ نہین کہ دیوان آزاد مین الفاظ وتراکیب کی غلطیان جا بجا ملتی ہین، مثلاً "اے ناصحا" "اے مسیحا" وغیرہ، اور اکثر مقامات پر بندش بھی سست نظر آتی ہے، بااین ہمہ اس لحاظ سے کہ یہ ایک مغربی شخص کا کلام ہے جسکو جوان مرگی کے باعث مشاقی کا بھی موقع حاصل نہ ہو سکا، دیوان آزاد کو بحیثیت مجموعی بہت غنیمت بلکہ قابل قدر سمجھنا چاہیئے۔

اُردو کے مغربی شاعرون مین ایک اور "صاحب" کا دیوان میری نظر سے گذرا ہے، اسکا نام دیوان شور تھا، اصل نام مسٹر جارج پیس تھا، غالباً میرٹھ مین قیام رہتا تھا، دیوان دو حصون مین ہے، پہلے حصہ کی ضخامت کا خیال نہین، دوسرا حصہ ۲۲۸ صفحے مین آیا ہے، اور ممتاز المطابع پریس میرٹھ مین خود مصنف کی حسب فرمائش ۱۲۹۵ھ ۱۸۷۸ء مین شایع ہوا ہے، لیکن کلام بہت معمولی ہے۔

ابن الطفیل اور اُسکا فلسفہ

(۲)

از مولانا محمد یونس صاحب فرنگی محلی

ابن الطفیل یا طفیل (ابوبکر محمد بن عبدالملک بن طفیل القیسی) مضافات غرناطہ کے ایک مقام وادی آش مین پیدا ہوا، تاریخ وسن ولادت نامعلوم ہے، مورخین بارہوین صدی عیسوی کی ابتدا مین ولادت لکھتے ہین، اس نے اپنے وطن مین فلسفہ اور طب کی عمدہ تعلیم پائی، وہ اپنے وقت کا مشہور طبیب، ریاضی دان، فلسفی اور شاعر تھا، کہا جاتا ہے کہ ابن باجہ کا شاگرد تھا، لیکن یہ بے اصل بات ہے، جسکی تردید خود اُسکے کلام سے ہوتی ہے، امیر غرناطہ کا وہ کاتب ہوگیا تھا، ابعد ازین سلسلہ موحدین کے پہلے دو تاجدارون کے دربار مین اُسکو رسوخ حاصل ہوا، اور ابو یعقوب یوسف کے عہد حکومت مین سنہ ۱۱۶۳ء مین وہ وزارت اور طبابت کے عہدہ تک پہنچا، تاآنکہ سنہ ۱۱۸۵ء مین مراکش مین وفات پائی۔[1]

یوسف اسکی بہت تعظیم وتکریم کرتا تھا، اور اُسکو یہ حکم دے رکھا تھا کہ دُور دُور سے علما و فضلا کو جمع کرکے انکو مناصب اور عہدے عطا کرے، چنانچہ اس سلسلہ مین ابن رشد نے بھی اُس کے ظل عاطفت مین علمی تربیت حاصل کی، اور اسکی وساطت سے ابن رشد دربار مین آخری مناصب تک پہنچا، (یہ واقعات ابن رشد کی سوانحعمری مین بالتفصیل بیان ہوچکے ہین)

یہ مشہور ہے کہ ابن الطفیل ابن باجہ کا شاگرد تھا، لیکن خود ابن الطفیل کا بیان ہے کہ مجھے ابن باجہ کی ذاتی ملاقات نہ تھی، ہان اُسکی کتابون کا مطالعہ کیا کرتا تھا، (حوالہ ابن باجہ کی سوانحعمری مین گذرچکا ہی)

وہ فلسفہ مین گو ابن باجہ کے اس اصول کا پابند تھا کہ انسان کا عقلی کمال محض قوت نظری کے نشو ونما پر موقوف ہے، اور اس لحاظ سے اسکو بھی اسی فرقہ مین شمار کرنا چاہیئے جسمین ابن باجہ کا شمار ہے لیکن معلوم یہ ہوتا ہے کہ غزالی کی طرح عقلی فیصلون مین اُسکو بھی کچھ نقص نظرآنے لگا تھا، کیونکہ وہ جا بجا اس بات پر زور دیتا ہے کہ عقلی فیصلے بھی گو صحیح ہوتے ہین اور مشاہدۂ ذوقی کے فیصلے سے مختلف نہین ہوتے، تاہم مشاہدۂ ذوقی سے انسان وہ کچھ دیکھ سکتا ہے جو عقلی گورکھ دھندون مین نہین دکھائی دیتا،[1] لیکن مشکل یہ ہے کہ

مشاہدۂ ذوقی سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے اسکو الفاظ کے قالب مین نہین ڈھال سکتے کیونکہ

یہ پرشوکت وبلند معانی الفاظ کے جامہ مین آکر اس دنیا کے چلتے پھرتے اظلال واشباح سے مشابہ ہوجاتے ہین، حالانکہ نفس حقیقت کے اعتبار سے اُنکو اُن سے کوئی بھی تعلق نہین، یہی وجہ کہ

اکثر لوگ ادراک مطلب مین قاصر رہے، اور اکثرون نے اس راہ مین ٹھوکرین کھائی ہین۔[2]

وہ مشاہدۂ ذوقی کو انسان کا آخری کمال سمجھتا ہے، لیکن باوجود اسکے عقل نظری کے احکام کو بھی غلط نہین سمجھتا بلکہ عقلی نشو ونما کو انسان کی تدریجی ترقی کی ایک ضروری کڑی خیال کرتا ہے، اس بناپر اُسکا فلسفہ خالص مشائی فلسفہ نہین بلکہ اشراقیت اور مشائیت سے مل جل کر ایک نئی شکل ہے، یعنی اسکے فلسفہ کی بنا نہ مشائیہ کی طرح محض عقل نظری پر ہے، اور نہ اشراقیین اور صوفیہ کی طرح محض مشاہدۂ ذوقی پر

[1] انسائیکلوپیڈیا طبع اخیر جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۴۔ ابن الطفیل کا تذکرہ اسلامی لٹریچر مین کہین نہین ملتا، ابن خلکان، ابن ابی اصیبعہ، ابن عربی، القفطی، ابن صاعد اندلسی، فتح بن خاقان، اور مقری سب خاموش ہین، اور تعجب یہ ہے کہ مشاہیر الادبا مین بھی جو متاخرین تصنیف ہے کچھ نہین ہے، اور حیثیات سے قطع نظر کرکے کم از کم اس لحاظ سے اُسکا تذکرہ ضروری تھا کہ وہ وزیر اور شاعر تھا، ابن الابار اور عبدالواحد مراکشی کی کتابون تک میری دسترس نہین۔

[1] حی بن یقظان صفحہ ۵ [2] ایضاً صفحہ ۶،

بلکہ یہ ایک نیا فلسفہ ہے جسمین ابتدا تو عقل نظری سے ہوتی ہے، لیکن آخری کمال کشف اور مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے،

فلسفہ مین اسکی بہترین تصنیف ایک فلسفیانہ قصہ ہے جسمین اس نے انسان کے ذہنی نشو و نما کی تدریجی رفتار کو دکھایا ہے، اسکا عربی نام حی بن یقظان ہے، ایڈورڈ پوکاک نے پہلے پہل اسکی تصحیح کرکے خود تربیت یافتہ فلسفی کے نام سے سنہ ۱۶۷۱ء مین پھر سنہ ۱۷۰۰ء مین شایع کیا تھا، اسکے بعد فرانسیسی ترجمہ کے ساتھ الجیریا سے ( ) نے سنہ ۱۹۰۰ء مین شایع کیا، اسکا ترجمہ فرانسیسی کے علاوہ انگریزی، جرمن، اسپینی، ڈچ اور اردو زبانون مین بھی ہوا ہے، چنانچہ ( ) نے سنہ ۱۷۰۸ء مین اسکا انگریزی ترجمہ شایع کیا، اور اسکے بعد دوسرا ایڈیشن بھی نکلا، اسپینی زبان مین اسکا ترجمہ سارا گوسا سے سنہ ۱۹۰۰ء مین ( ) نے شایع کیا،

اس رسالہ کے علاوہ اسکی دوسری تصنیف "اسرار الحکمۃ المشرقیہ" ہے، جو (بولاق) مصر مین سنہ ۱۸۸۲ء مین چھاپی گئی[1]

رسالہ حی بن یقظان کو عرب فلاسفہ کی دیگر تصنیفات مین جو خاص امتیاز حاصل ہے وہ یہ ہے کہ گو زمانہ حال کے دور ترقی مین تاریخی حیثیت کے سوا اور کوئی قدر و قیمت ان کتابون کی باقی نہین رہی، لیکن یہ رسالہ اپنے طرز نو اور مادہ اجتہادی کی بدولت علمی دنیا مین ابتک قدر کی نگاہون سے دیکھا جاتا ہے اور گو رسالہ کے اصل نظریات تقویم پارینہ سے زیادہ حیثیت نہین رکھتے، لیکن اسکا یہ حقیقی پہلو کہ انسان کی عقل کس طرح تدریجاً محسوسات سے معقولات کی جانب ترقی کرتی ہے، نہ صرف ذہنی تفریح کا سامان فراہم کرتا ہے بلکہ اس سے ایک حد تک دماغ کی فطری تربیت اور قوت مشاہدہ و نظر کے طریق نشو و نما پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور اس بنا پر یہ افسانہ فلسفہ تعلیم اور علم النفس کے نقطہ النظر سے بھی

[1] انسائیکلوپیڈیا جلد ۱۴ صفحہ ۲۲۴ و ابن رشد، رینان صفحہ ۶۰،

کافی اہمیت رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یورپ کے علمی حلقون مین بیسیون پہلوؤن سے یہ رسالہ ابتک قابل مطالعہ خیال کیا جاتا ہے، خود ابن الطفیل رسالہ کا مقصد حسب ذیل پیرایہ مین ظاہر کرتا ہے،

"فلسفہ کی تصنیفات کے مطالعہ سے مین نے تدریجاً عقلی ترقی کے منازل طے کئے، اور اب آخر مین اس حد پر پہنچا کہ کچھ کچھ مشاہدہ بھی ہونے لگا، لیکن یہ راہ اسقدر پرخطر ہے کہ اب بھی مین گمراہیون سے اپنے تئین مامون نہین خیال کرتا ہون، مین اس رسالہ مین ان تمام منازل ترقی کو یکے بعد دیگرے بیان کرونگا، جنکا طے کرنا انسان کے لئے لازمی ہے، میرے نزدیک یہ قطعاً ناممکن ہے کہ عقل نظری کے منازل کو چھوڑ کر انسان ایک دم مشاہدہ کے رتبہ تک پہنچ سکتا ہے، اس بنا پر اگر مین ان کوائف کو بیان بھی کرون جو دوران مشاہدہ مین خود مجھپر طاری ہوتی رہین تو اول تو الفاظ کے ذریعہ سے انکو مین ادا نہین کرسکتا، دوسرے مبتدی کے لئے ناقابل فہم ہونے کے باعث ان کا بیان کرنا بے سود ہے، ہان اگر عقل نظری کے منازل طے کرتا ہوا کوئی شخص ایک مدت تک صبر کے ساتھ کوشش کرتا رہے تو یقیناً اسپر مشاہدہ کی کیفیات ازخود طاری ہوسکتی ہین، لیکن اسکے لئے (جیسا کہ ابھی مین نے کہا) طویل جد و جہد، ریاضت ذہنی، صفاء النفس، اور فرط ذوق و شوق کی ضرورت ہے جو شاذ و نادر لوگون مین مجتمعاً پائی جاتی ہین[1]"

غرض اس لحاظ سے کہ اس رسالہ مین انسان کی عقلی نشو و نما کی تصویر نہایت خوبی سے کھینچی گئی ہے یہ اس قابل ہے کہ دنیا کی تمام قومین اس سے سادی حیثیت سے بہرہ اندوز ہوسکتی ہین، اسکے علاوہ پورا افسانہ چونکہ خود ایک فلسفیانہ نظریہ کی لطیف پیرایہ مین تشریح ہے، اسلئے فصاحت و بلاغت کی چاشنی کے ساتھ ہر ہر قدم پر اجتہاد و فکری کی مثالین بھی بکثرت ملتی ہین،

دیگر فلاسفۂ اسلام کی طرح ابن الطفیل کا بھی بڑا مقصد علم اور مذہب مین تطبیق دینا ہو دونون مین

[1] حی بن یقظان صفحہ ۱۰،

صفائی کرتا ہے، لہذا جا بجا آیات قرآنی اور احادیث نبوی سے استدلال کیا گیا ہے، اور اس سلسلہ مین ابن الطفیل بھی ابن سینا وغیرہ کی طرح اس عیب سے پاک نہین کہ آیات قرآنی کی بیجا تاویلون سے وہ اپنے مقاصد حاصل کرلیتا ہے، اور صحیح وضعیف حدیثون مین تمیز نہ کرنے کے باعث ہر طرح کے رطب و یابس احادیث سے اپنا مطلب نکال لیتا ہے،

جہانتک خود اسکی تحریر سے پتہ چلتا ہے، اس افسانہ کے اختراع کا سہرا اسکے سر نہین، بلکہ یہ ابن سینا کی کان فضیلت کا ایک گوہر بے بہا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"اگر تم حقیقت رسی چاہتے ہو تو حی بن یقظان اور ابسال وسلامان کا افسانہ سنو جو حقائق سے مالامال ہے اور جسکے اختراع کا فخر ابن سینا کو حاصل ہے[1]"

حاجی خلیفہ نے ابن سینا کی ایک تصنیف حی بن یقظان نامی کا تذکرہ کیا ہے، اور لکھا ہے کہ اس نام کی ایک کتاب ابن الطفیل کی بھی یادگار ہے، ابوعبیدہ جوزجانی نے ابن سینا کی تصنیفات مین قصۂ ابسال وسلامان کا نام لیا ہے، غالباً یہ دونون کتابین ایک ہی ہین، تاہم قصۂ ابسال وسلامان کو ابن الطفیل کے قصہ حی بن یقظان سے کوئی مناسبت نہین، اور معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا سے ابن الطفیل نے کتاب کا نام صرف مستعار لیا ہے[2]۔

[1] حی بن یقظان صفحہ ۱۱، [2] ابن سینا کا یہ رسالہ نظر سے نہین گذرا، اور غالباً ناپید ہے، لیکن طوسی نے شرح اشارات مین پورا قصہ نقل کردیا ہے، جو بالاجمال ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے:-

قدیم زمانہ مین ابسال وسلامان دو بھائی ایک وسیع مملکت کے بادشاہ تھے، سلامان بڑا تھا اور ابسال نے اسکے آغوش مین تربیت پائی تھی، ابسال جب بڑا ہوا تو حسن وجمال مین چاند کو شرمانے لگا، اور سلامان کی بیوی کا اسپر دل آگیا، چنانچہ ایک حیلہ سے اس نے وصل کی کوشش کی، لیکن ابسال کو چونکہ کوئی لگاؤ نہ تھا وہ اس فتنہ سے محفوظ رہنے کے لئے جنگ پر چلا گیا، سلامان کی بیوی تاک مین لگی تھی، اس نے جب دیکھا کہ (بقیہ بر صفحۂ دیگر)

قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بحر ہند کے کسی غیر آباد جزیرے مین جہان تنجر وتوان سے انسان کی نسل پیدا ہوتی ہے، قدرت الہی سے ایک انسان نما حیوان حی بن یقظان تولد ہوا، سارے جزیرہ مین اسکی تربیت کا بظاہر کوئی سامان نہ تھا، لیکن خدا نے محض اپنے فضل سے ایک ہرنی کو اسکی تربیت پر مامور کیا، یہ ہرنی اسکو دودھ پلاتی، اور یہ بچہ ہرنی کے دوسرے بچون کے ساتھ دن بھر کھیلا کرتا تھا، تا آنکہ یہ بڑا ہوا، اور پاؤن پاؤن چلنے لگا، اسکے سارے بدن پر بال تھے، یہ اپنے دوسرے ساتھیون کے دیکھا دیکھی چار ٹانگون کے بل چلتا تھا اور سیر وشکار مین مصروف رہتا تھا۔

(بسلسلۂ حاشیۂ صفحۂ گذشتہ) میرا افسون کارگر نہین ہوتا تو افسران فوج کو در پردہ ملا کر ابسال کی فوج کو غارت کرانے کی کوشش کی، چنانچہ میدان مین فوجین ابسال کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئین، اور ابسال خود بھی بری طرح زخمی ہوا، خدا کے کارخانے عجیب ہوتے ہین، ابسال ایک کفدست میدان مین پڑا کراہ رہا تھا، بدن زخمون سے چور چور تھا کہ ایک ہرنی اسکو پیٹھ پر لاد کر اٹھا لیگئی، کچھ دنون کے بعد جب وہ اس قابل ہوا کہ چل پھر سکے اور زخم مندمل ہوگئے تو گھر واپس آیا، یہان آکر جو دیکھا تو سارے کارخانے تتر بتر تھے، ملک دشمنون نے چھین لیا تھا، اور بھائی ایک گوشۂ تنہائی مین یاس وحرمان کی زندگی بسر کر رہا تھا، ابسال نے پہنچکر سلامان کو تسکین دی اور ایک لشکر جرار تیار کرکے دشمنون کو پامال کرنے لگا، قسمت یاور تھی دن پھر گئے، اور مملکت واپس ملگئی، سلامان کی بیوی نے جو یہ دیکھا تو سخت پیچ وتاب کھانے لگی، اور توشہ خانہ کے کارندہ کو ملا کر ابسال کو زہر دلوادیا، ابسال کے مرنے کے بعد اب سلامان پھر سب چھوڑ چھاڑ ایک گوشہ مین جا بیٹھا، اور ان واقعات سے سخت متفکر تھا، اور اصلیت اسکی سمجھ مین نہین آتی تھی، لیکن خدا نے اسکو قلب صاف عطا کیا تھا، چنانچہ اسکو الہام ہوا کہ یہ سب سازشین تیری بیوی کی پیدا کردہ ہین وہ تیرے بھائی کی دشمن تھی، اور سازشون کا یہ سارا جال اسی کا بچھایا ہوا تھا، یہ معلوم ہوتے ہی سلامان نے اپنی بیوی اور اسکے ساتھ کے تمام سازشیون کو قتل کرادیا۔"

یہ افسانہ نقل کرنے کے بعد طوسی اسکے رموز واشارات کے حل کرنے مین مصروف ہوگیا ہے (بقیہ بر صفحۂ دیگر)

ایک دفعہ اسکو خیال پیدا ہوا کہ میرے اور ساتھیون کے جسم کی کھال نہایت سخت ہے اور اُن پر بڑے بڑے بالون کی روئیدگی ہوتی ہے جس سے وہ سردی اور گرمی کے اثر سے محفوظ رہتے ہین لیکن میری کھال نہ انکی طرح سخت ہے اور نہ اسپر اتنے گھنے بال ہین، اسکے علاوہ نا معلوم طریقہ پر اسکو یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھے اپنی ستر چھپانا چاہیئے، چنانچہ اب وہ ان فکرون مین مستغرق رہنے لگا کہ درختون کے پتون سے کسی طرح اپنی ضرورتین پوری کیجائین، اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ دوسرے جانورون کے دانت یا پنجے اس قسم کے ہوتے ہین کہ جانورون کو چیر پہاڑ کر اُن سے غذا حاصل کرنے یا درختون سے پتہ اکھاڑنے وغیرہ مین اُنکو بڑی مدد ملتی ہے، لیکن مین ان تمام آلات وجوارح سے محروم ہون کہ اگر کوئی دشمن مجھپر حملہ کر بیٹھے تو مین ایک لمحہ اُسکے آگے ٹہر بھی نہین سکتا، عقل تیز تھی اور تجارب پر عمل کرنے کا ملکہ راسخ تھا، اور حیوانات اپنی حالت پر قانع رہتے ہین، لیکن حی بن یقظان کے دل مین خلش تھی اس سے بچلا نہ بیٹھا جاتا تھا، اپنی ضرورتون کو خود پورا کرنے کا شوق دامنگیر تھا، اور جہان دیگر جاندار سالون اور برسون مین بڑہتے ہین، وہ لمحہ لمحہ اور گھڑی گھڑی مین بڑہتا تھا، اسپر مستزاد یہ کہ عقل کا آلہ ایسا اسکے

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) لیکن ابن الطفیل اور شیخ دونون کے قصون کو ملا کر دیکھنے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ایک کو دوسرے سے کوئی تعلق نہین، شیخ اس قصہ کے ذریعہ سے انسان کے قوای نفسانی کے انحطاط اور صفای باطن کے مدارج کو دکھانا چاہتا ہے، لیکن ابن الطفیل اسکے خلاف قوای نظریہ کے درجات کی تشریح کر رہا ہے، ایک کے پیش نظر انسان کی عملی حالت کے مراتب کی تشریح ہی اور دوسرا انسان کے قوای ادراکیہ سے بحث کر رہا ہی، پھر کہان شیخ کے ابسال وسلامان اور کہان ابن الطفیل کے ابسال وسلامان، ابن الطفیل کا سلامان شریعت کا پابند اور التزام جماعت کی کوشش مین مصروف مبتلاے آلام اور ابسال اپنے وقت کا مباحث شیخ طریقت ہے ان دونون کے کیرکٹر کو شیخ کے ابسال وسلامان کے کیرکٹر سے کوئی نسبت ہی نہین، اس بنا پر یہ پتہ لگانا مشکل ہی کہ ابن الطفیل نے اپنے قصون کا مواد کہان سے اور کس حد تک ابن سینا سے اخذ کیا ہے، خود طوسی نے بھی غالباً ابن سینا کے اصل افسانہ کا مطالعہ نہین کیا بلکہ اس نے سُنے سُنائے الفاظ مین قصہ کو نقل کر دیا ہے،

پاس تھا جو کسی کے پاس نہ تھا، چنانچہ اپنی صنعتگری طبع سے اس نے حیوانات کے اُن تمام آلات وجوارح کے جواب پیدا کئے، پتھر اور لوہے سے وہ ہتھیار کا کام لیتا، دن بھر انہین اسلحہ سے شکار کرتا، اور کھاتا پیتا، درختون کے پتون کو نوچ کر اُن سے اپنا لباس تیار کرتا، ان آلات واسلحہ سے مزین ہو کر اب اسکی صورت وشکل ایسی ڈراونی ہو گئی کہ جنگلون کے بہائم اور خونخوار جانور تک اس سے دہشت کھانے لگے،

اسی اثنا مین ایک واقعہ ایسا پیش آیا جو اُسکی آنکھون نے کبھی نہ دیکھا تھا یعنی اسکی ماں یکایک مرگئی موت کا یہ پہلا سمان تھا جو اُسکی آنکھون کے سامنے سے گذرا، ورنہ اس سے پہلے وہ قوت آزما مشاغل مین مصروف رہتا تھا، اور مظاہر قوت کے سوا اسکے ذہن مین یہ گمان بھی نہ گذرا تھا کہ حیوان کے لئے کوئی بستر مرگ بھی ہے، اس حالت کو دیکھکر وہ ناچار رونے چلانے لگا، لیکن عقل نے نصیحت کی کہ رونا بیکار ہے، تدبیر سے کام لو اور ازالۂ علت کی کوشش کرو، تو شاید ان کو اس حالت سے نجات ہو، یہان سے اُسکا خیال اس مردہ جسم کی چیر پہاڑ اور تشریح کی جانب رجوع ہوا، وہ جانورون کو چیر نے پہاڑنے کا عادی تھا، یہ مشاقی اسوقت کام آئی اور اُس نے سارے جسم کو چیر چیر کر ایک ایک کونہ مین تلاش شروع کی کہ کونسا پرزہ بگڑ گیا ہے، معدہ، جگر، آنتین، پھیپھڑا، غرض ہر جانب ٹٹولا کہین کوئی بات نظر نہ آئی، تو یکایک قلب پر ہاتھ پڑا اور دیکھا کہ یہ لنگر بیحس وحرکت ہے، اسکی حرکت کی حالت پہلے دیکھی نہ تھی، خیال گذرا کہ شاید اسکی تجویف کے اندر کچھ ہو، تجویفین جو کھولین تو وہ خالی نظر آئین، البتہ ایک دھوان سا اُڑتا ہوا نظر آیا، غرض بیچارے نے ہر طرف سراغ لگایا کہین سے گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا تو تھک کر بیٹھ رہا، لیکن اس واقعہ سے اُسکی طبیعت کی چالاکی دبتی جاتی رہی اور وہ دن بدن مجہول نظر آنے لگا، سیر وشکار کے مشاغل بھی رفتہ رفتہ کم ہو گئے، دیگر حیوانات پر جو اُسکا رعب بیٹھا ہوا تھا وہ بھی دن بدن زایل ہونے لگا، جسمانی کمزوریون کا یہ سبق روحانیت کا فتح باب تھا، اب دنیا سے اُسکی طبیعت ہٹ گئی، وہ زیادہ تر فکر ونظر مین محو ومستغرق رہنے لگا، باد وآب وآتش اور دیگر عنصریات پر

پہلے اسکی نظر پڑی، راز ہستی جب یہان بھی نہ کہلا تو افلاک اور ملاء اعلیٰ کے نظم و ترتیب پر غور شروع کیا
اور رفتہ رفتہ مادیات سے گذر کر روحانیت مین اسکی عقل سرگرم گردش رہنے لگی، اسی حالت مین قدم
لم کے اسرار کا اسپر انکشاف ہوا، خدا کی ذات و صفات کے متعلق اسکے معلومات مین وسعت پیدا ہوئی
لیکن باوجود اسکے اب بھی کسی بات پر تسکین نہوتی تھی، اور اسکی عقل سراپا تحیر تھی، اتفاقاً ایک روز جبکہ
وہ اپنے غار کی جگت پر بیٹھا راز ہستی کے کشف و انکشاف مین سرگردان و حیران تھا، اسپر ایک حالت
بین النوم والیقظہ کی طاری ہوئی اسکے ہوش اڑ گئے، بصیرت پر سے پردے اٹھ گئے اور وہ ملاء اعلیٰ کی
سیر کرنے لگا، یہان اس نے وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نہین دکھائی دیا تھا، لیکن یہ حالت ایک لمحہ مین
زائل ہوگئی، یہ نئی لذت شہود تھی جس سے وہ آشنا ہوا تھا، اب اسکو ہر دم اسی کیفیت کے طریان کا
انتظار رہتا، اسکو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کیفیت پھر کیسے طاری ہو سکتی ہے، بہت سوچتے سوچتے یہ پتہ لگا کہ
اگر جسمانی شہوت سے یکقلم ہاتھ اٹھا لیا جائے تو روحانیت مین ترقی ہو جانے کے باعث یہ کیفیت
اکثر طاری ہونے لگیگی، اور کیا عجب ہے کہ اسی طرح اسمین ثبات و قیام بھی پیدا ہو جائے چنانچہ اس نے
عہد کر لیا کہ ہمیشہ روزے رکھونگا اور غار کے گوشۂ عافیت سے کبھی نہ نکلونگا، یہ عادت کچھ ہی دنون
ڈالی تھی کہ یکایک آسمان کے دروازے اسپر کھل گئے، اور زمین کے طبقات اسپر روشن ہوگئے ہر طرف
اجالا ہی اجالا تھا، ظلمت جہل کافور ہوگئی، اور ساری کائنات مشہود ہو کر اسکی نگاہ کے سامنے پھرنے لگی،

جس جزیرہ مین وہ تنہا بسر کرتا تھا، اسکے قریب ایک دوسرا آباد جزیرہ اور تھا، جہان کے باشندے
تہذیب و تمدن مین فائق اور شریعت الٰہی کے پابند و متبع تھے، وہان خدا کے دو نیک بندے ابسال
و سلامان بھی رہتے تھے، ان مین سے ابسال کو عزلت گزینی پسند تھی، اور سلامان باہمی میل و جول
اور نظام معاشرت کا طرفدار تھا، لیکن دونون کو نافرمانی کفر و عصیان سے قطعی نفرت تھی، انکی قوم
روسیاہ تھی اور یہ دونون بھائی سمجھاتے سمجھاتے تنگ آ گئے تھے، جب کوئی تدبیر بن نہ پڑی تو خیال

پیدا ہوا کہ کسی غیر آباد جزیرہ مین چل کر عبادت الٰہی مین بسر کرنا چاہیئے، چنانچہ ایک کشتی مین سوار ہو کر اس
جزیرے مین اترے، جہان حی بن یقظان بود و باش رکھتا تھا، یہان اتر کر انھون نے دیکھا کہ ایک جنگل
دور تک چلا گیا ہے، جہان نہ کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد، یہ دیکھکر یہ لوگ گھبرا گئے، لیکن دور سے حی
بن یقظان دوڑتا ہوا انکو نظر آیا، اسکی شکل عجیب و غریب تھی، اعضا آدمیون کے سے تھے، چارون ٹانگون
کے بل دوڑ رہا تھا، روئین تن اور بہائم صفت انسان ناخن بڑے بڑے بال گھنے اور لٹکتے ہوئے، یہ
دیکھکر انکو اور خوف معلوم ہوا، ناچار بھاگے اور حی بن یقظان انکے پیچھے دوڑا، پہلے تو سمجھتے رہے کہ کوئی
بلا ہے، لیکن جب ہر وقت کا آمنا سامنا ہوا تو دہشت کم ہونے لگی، اور ایک دوسرے سے مانوس ہو گئے،
اب رفتہ رفتہ انکو پتہ چلا کہ یہ حیوان نما انسان ہے، اور معرفت اور معلومات مین ہم سب سے آگے ہے، مشکل
یہ تھی کہ حی بن یقظان کو انسان کی بولی نہ آتی تھی، ان دونون نے رفتہ رفتہ اسے آدمی بنایا، اسکی شکل درست کی،
بال مونڈے، نہلایا دھلایا، پہننے کے لئے کپڑے دیئے، غرض نک سک سے درست کر کے اسکو تمدن کے
آداب سکھائے، جسمانی و دماغی تربیت کے مراحل تو وہ پہلے ہی طے کر چکا تھا، تیز گامی، شہسواری اور شکار
مین اسکا کوئی ہمسر نہ تھا، غور و فکر اور تدبیر و حکمت مین اپنا آپ ہی نظیر تھا، قوت مشاہدہ، حضور ذہن استغراق،
و کشف، صبر و تحمل وغیرہ مین بے مثل تھا، لہذا ان دونون بھائیون نے پوری قوت سے اسکو شرع تمدن
سکھلائے، اور اپنی زبان کے مشق کرانے کی کوشش کی جنکو اس نے بہت جلد سیکھ لیا، اب تینون یکجا
رہنے لگے، ایک دوسرے سے تبادلۂ خیالات تک نوبت پہنچی، ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت
ہوئی، پتہ لگا کہ تینون کے خیالات متحد ہین، حی بن یقظان فلسفی تھا، ابسال صوفی اور سلامان علوم ظواہر کا
ماہر، اب تینون مین یہ مشورہ قرار پایا کہ ابسال و سلامان کے جزیرہ مین چل کر دعوت الی المعروف
و نہی عن المنکر کا فرض انجام دینا چاہیئے، چنانچہ ان تینون نے یہ سفر اختیار کیا، اور وہان جا کر لوگون کو
راہ حق کی دعوت دینا شروع کی، لیکن انجام کار جب مایوس ہوئے تو اپنی پہلی قیام گاہ پر

پھر واپس آئے، اور بقیہ عمر عبادت الٰہی مین گذار دی، پھر نہ معلوم ہوا کہ ان تینون کا کیا حشر ہوا اور کب تک زندہ رہے[1]۔

[1] اس افسانہ کی پیچ پیچ کی کڑیون کو چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ یکسر درس فلسفہ ہین، آخر مین نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ فلسفہ و تصوف اور شریعت سب کا منبع ایک ہے، اور ایک مکمل نظام تمدن کے لئے تینون کی یکسان ضرورت ہے، ابن الطفیل کے اس افسانہ کو ابن باجہ کے "گوشہ نشین" انسان کی نظری دنیا سے کسقدر مشابہت ہے،

مسئلہ التطلیقات ثلاثہ فی مجلسٍ واحدٍ

(۱)

از مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دارالمصنفین

(۱) انسان کے لئے اسکی ازدواجی زندگی مین کبھی ایسے اوقات بھی آتے ہین، جب زن و شو کی قطعی جدائی ضروری ہو جاتی ہے، لیکن یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اس قسم کے مواقع بہت اہم نازک اور اسلئے سخت قابل احتیاط ہوتے ہین، مذاہب عالم جنکا اصلی و مشترک مقصد انسان کی دینی و دنیوی زندگی کو خوشگوار بنانا ہے، اُنھون نے اس بارہ مین مختلف راہین اختیار کی ہین، موجودہ دین مسیحی مین طلاق ایک معمولی درجہ کی چیز ہو کر رہ گئی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ آج اُسکے پیرو اسکی کثرت و عموم سے گھبرا اُٹھے ہین، دوسری طرف اس دنیا مین ایسے مذاہب بھی موجود ہین جنمین طلاق مطلقاً حرام ہے، اس بنا پر ایک مرد جسکی زندگی اُسکی شریک زندگی بیوی کی ناموافقت مزاج و حالات سے اسکے لئے عذاب الیم ہو گئی ہو اور وہ دل سے چاہتا ہو کہ اس مصیبت سے نجات پائے، لیکن محض اسلئے اسکو تادم مرگ اسمین مبتلا رہنا پڑتا ہے کہ اسکے مذہب نے کسی حالت مین بھی اس سے چھوٹنے کی اجازت نہین دی۔ اسلام دین فطرت ہے اسلئے وہ اس افراط و تفریط سے بالکل علٰحدہ ہے، اس مسئلہ مین اسکی راہ ان دونون کے بیچ بیچ مین ہے، جسکی نسبت بہ علانیہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسی شاہراہ ہے جسپر چل کر انسان اپنے دامن حیات کو ناخوشگواریون اور اذیتون کے خارزار سے ہر طرح محفوظ و مصئون رکھہ سکتا ہے،

(۲) طلاق کی نسبت اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ان ناگزیر حالات مین جب زن و شو کی تلخکام

زندگی تفریق و جدائی کے سوا اور کسی طرح بھی خوشگوار بن ہی نہین سکتی ہو، تو اُسوقت طلاق کے جواز سے کام لیکر زندگی کی کلفتون کو دُور کیا جا سکتا ہے، لیکن اس نازک حالت کے سوا اور حالات کے لئے اسکی تعلیم یہ ہے کہ الطلاق ابغض المباحات (طلاق ایک مکروہ ترین امر جائز ہے) اسلام کی اس تعلیم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بانیٔ اسلام علیہ التحیۃ والسلام کی نظر ایک نہایت دقیق نکتہ تک پہنچی ہے، یعنی یہ کہ طلاق کو مطلقاً ناجائز ٹھرانا جسقدر مضر نتائج پیدا کر سکتا ہے، اسی قدر بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی بُرے نتائج اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز قرار دینے سے بھی پیدا ہو سکتے ہین، یہ وہ لطیف نکتہ ہے جس تک دوسرے ارباب مذاہب کی نظرین جنھون نے اُسکو مطلقاً ناجائز قرار دیا یا اُسکو ایک معمولی درجہ کی چیز ٹھرایا سیکڑون اور ہزارون برس کے بعد پہنچی ہین، بانی اسلام نے اپنی اسی نکتہ رسی کی بنا پر اس مسئلہ مین بہت سی قیود اور شرطین لگائین اور اس بارہ مین اپنے پیرؤون پر بہت سی مفید پابندیان اور اہم ذمہ داریان عاید کی ہین،

(۳) یہان پر مسئلہ طلاق کے پوری تفصیل و تشریح مقصود نہین، بلکہ اسکی ایک خاص صورت کی توضیح مقصود ہے، وہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی خاص حالت کے زیر اثر ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین پے در پے یہ جملہ تین مرتبہ اپنی بیوی سے کہدیا کہ مین نے تجھکو طلاق دی تو کیا وہ بیوی اسپر حرام ہو جائیگی، اور یہ طلاق طلاق بائن ہو گی؟ اصل اور غیر مختلط احکام شریعت کے لحاظ سے تو یہ سوال نہایت سہل اور صاف تھا، لیکن ائمہ و مجتہدین کے متخالف اقوال اور پھر متاخرین علما کے متشددانہ اختلاف رائے نے اس مسئلہ کو خاص طور پر پیچیدہ کر دیا ہے، اسلئے مین اس موقع پر تقریباً دونون قسم کی رائین اور اُن کے دلائل لکھکر دلائل کی قوت کو نمایان کرونگا تاکہ جو پیچیدگیان واقع ہو گئی ہین وہ رفع ہو سکین اور اصل مسئلہ واضح ہو، اس قسم کے واقعات جو اتفاق سے کبھی کبھی پیش آجاتے ہین وہ لوگون کی ناواقفیت یا ایک ناصحیح مذہبی تخیل کی بنا پر افسوسناک صورت اختیار کر لیتے ہین،

یہ ایک نہایت شدید دینی ضرورت ہے کہ اُسکا حتی الامکان انسداد کیا جائے۔

اسلام مین اصل شے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم ہے، اسکے بعد اقوال و اعمال صحابۂ کرام اور اُن کے بعد ائمہ و علمائے دین کے فتوے اور رائین، خوش قسمتی سے یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جسکے متعلق ان تمام چیزون مین تصریحات ملتی ہین، مین بہ ترتیب درجہ بدرجہ اس موقع پر ان تمام تصریحات کو جمع کر دیتا ہون، وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

یہ معلوم ہو چکا کہ اسلام کی نظر مین ازدواجی زندگی ایک نہایت نازک آبگینہ ہے، جسکے محافظت کے فرائض نہایت اہم ہین، اسلئے ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس آبگینہ کو چور چور کر دینے والی شے طلاق پر عمل پیرا ہونے کے لئے انسان کو بہت کچھ سوچنے سمجھنے اور اسکے تمام نتائج پر غور و فکر کر لینے کا موقع دیا جانا چاہیئے، قرآن مجید کا غور و تدبر بھی ہمین اسی نتیجہ تک پہنچاتا ہے کہ اللہ تعالے نے اس مسئلہ مین تعجیل اور زود پسندی کی بالکل اجازت نہین دی، سورۂ بقرہ اور سورۂ طلاق مین اس مسئلہ کے تمام تفصیلی احکام مندرج ہین، قرآن مجید مین طلاق کی جو صورت بتائی گئی ہے وہ یہ کہ پوری مدت طلاق زمانۂ عدت، یا تین طہر یا تین حیض کا زمانہ ہے، اس مدت مین بہ تفریق طلاق دینا چاہیئے، دو مرتبہ طلاق دے چکنے تک مرد کو رجعت کا حق حاصل رہتا ہے، یعنی اسکے بعد بھی اگر وہ اپنی بیوی کو زوجیت مین رکھنا پسند کرے تو رکھ سکتا ہے، لیکن تیسری مرتبہ طلاق دیدینے کے بعد وہ اسپر اُسوقت تک کے لئے حرام ہو جاتی ہے جب تک کہ دوسرا شخص اس مطلقہ عورت سے نکاح کر کے اُسکو طلاق نہ دیدے، یا خود وہ شخص مر نہ جائے، سورۂ طلاق مین ہے،

یاایھا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوھن	اے نبی، تم مسلمان جب عورتون کو طلاق دو تو اُنکو اُنکی
لعدتھن واحصوا العدۃ،	عدت کے زمانہ مین طلاق دو اور عدت کو گنتے رہو،

. . . .

لاتدری لعل الله یحدث بعد ذلک امرا۔ فاذا بلغن اجلھن فامسکوھن بمعروف او فارقوھن بمعروف،	تم نہین جانتے شاید اللہ اسکے بعد کوئی اچھی حالت پیدا پیدا کردے، پس جب عورتین اپنی عدت کے خاتمہ کو پہنچ جائین تو یا تو انہین حسن سلوک کے ساتھ رکھو یا اچھی طرح رخصت کردو،

سورۂ بقرہ مین ہے،

والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثة قروء	اور جن عورتون کو طلاق دیجائے وہ اپنے آپکو تین طہر کی مدت تک روکے رکھین ....
وبعولتھن احق بردھن فی ذلک ان ارادوا اصلاحا،	اور اس مدت مین انکے شوہر انکے واپس لینے کے دوسرون سے زیادہ مستحق ہین اگر وہ صلاح کی راہ اختیار کریں

یہ آیتین اس بات کا غیر مشتبہ ثبوت ہین کہ اللہ تعالےٰ نے ایک مسلمان کے لئے طلاق کی صحیح صورت یہی تجویز کی ہے کہ وہ تین طہر یا تین حیض کی مدت مین بتدریج ایک ایک طلاق دے اور اس اثنا مین تیسری طلاق سے پہلے اگر وہ رجعت کرلینا چاہے تو اپنی بیوی کا سب سے زیادہ مستحق وہی طلاق دینے والا شوہر ہے، طلاق کی اس طویل مدت مین تقسیم و تفریق اسی لئے ہے کہ اس مدت مین فریقین کو آیندہ واقعات وحالات اور طلاق کے نتائج پر غور کرلینے اور انکو اچھی طرح سمجھہ لینے کا کافی موقع ملے، طلاق کی اسی صورت کو اللہ تعالےٰ نے سورۂ بقرہ کی ایک دوسری آیت مین اور زیادہ وضاحت سے بیان فرمایا ہے،

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ...... فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ،	طلاق دو مرتبہ ہے اسکے بعد یا تو حسن سلوک کے ساتھ رکھنا ہے یا خوش اسلوبی کے ساتھ رخصت کردینا..... پس اگر تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو وہ اسکے لئے اسوقت تک حرام ہے جبتک اس سے دوسرا شخص شادی کرچکے،

سورۂ طلاق والی آیت مین "واحصوا العدة" کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیتین طوالت کی وجہ سے لکھی نہین گئین، انکے احکام یہ ہین کہ اس مدت مین عورتون کو بغیر کسی سخت ضرورت شرعی کے گھر سے نکلنے نہ دو، اور سورۂ بقرہ کی اس دوسری آیت مین باحسان کے بعد جو نقطے ہین وہان پر کی آیات کے احکام یہ ہین کہ جو کچھ تم نے انکو دیا ہے اسکو واپس لے لینا تمہارے لئے جائز نہین، ان احکام کے بعد دونون سورتون کی بقیہ آیات محذوفہ مین یہ مشترک حکم ہے کہ یہ عدت مین طلاق دینا، عدت کا شمار کرنا، عورتون کو اس زمانہ مین گھر سے نکلنے نہ دینا" یا دوسری آیت کے مطابق جو کچھ انکو دیا ہے اسکو واپس نہ لینا" اللہ تعالےٰ کی قائم کی ہوئی حدود ہین جن سے تجاوز کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہین، اور جو شخص تجاوز کریگا وہ اپنے نفس پر ظلم کریگا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدت مین بتدریج طلاق دینا اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حد ہے جس سے تجاوز کرنیوالا ظالم ہے۔

انہی آیات قرآنی کی بنا پر ائمہ وعلماے امت مین سے حضرت امام احمد کا قول ہے،

تدبرت القرآن فاذا کل طلاق فیہ فھو الطلاق الرجعی یعنی طلاق المدخول بھا غیر قولہ تعالی (فان طلقھا فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ) (فتاوی ابن تیمیہ)	مین نے قرآن مجید مین بہت کچھ غور وفکر کیا اسمین زن مدخولہ سے متعلق جتنی طلاقین پائین، ان مین سے ہر طلاق رجعی ہے البتہ اس آیت کی طلاق مستثنی ہے (پس اگر اس نے تیسری مرتبہ طلاق دیدی تو وہ عورت اسکے لئے اسوقت تک حرام ہے جبتک دوسرا شخص اس سے شادی نہ کرچکے)

آیات قرآنی کی ان تصریحات کے سلسلہ مین حضرت ابن عمرؓ کے واقعہ طلاق کی طرف توجہ دلانا بھی ضروری ہے جسکے متعلق رسول اللہ صلعم کا واضح ارشاد کتب صحاح، سنن اور مسانید سب مین مندرج ہے،

ان ابن عمر طلق امرأته وھی حائض فذکر عمر ذلک لرسول اللہ صلعم فقال مرہ فلیراجعھا حتی تحیض ثم تطھر ثم تحیض ثم تطھران شاء امسکھا وان شاء طلقھا قبل ان یمسھا فتلک العدۃ التی امر اللہ ان یطلق فیھا النساء،

ابن عمر نے اپنی بیوی کو حالت حیض مین طلاق دی، حضرت عمر نے اس واقعہ کا رسول اللہ صلعم سے تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا اسے کہو کہ رجعت کرلین یہانتک کہ وہ پھر حائض ہو اور پھر پاک ہو اور پھر حائض ہو اور پھر پاک ہو، اسکے بعد انکو اختیار کہ چاہین وہ اسکو اپنی زوجیت مین رکھین یا اسکو چھونے سے پہلے اسکو طلاق دیدین، اسلئے کہ یہی وہ عدت ہے جسمین عورتون کو طلاق دینے کا اللہ تعالیٰ نے ہمین حکم دیا ہے،

حدیث کا شان نزول اگرچہ واقعہ طلاق حائض ہے، لیکن اسمین رسول اللہ صلعم نے طلاق دینے کی جو صورت تفصیل سے بیان فرمائی ہے، میرا اصلی مقصود وہی تفصیل ہے، کیونکہ قرآن مجید کی آیتون سے طلاق کی جو صورت ظاہر ہوتی ہے، رسول اللہ صلعم سے اسکی یہ نہایت غیر مشتبہ تفسیر و تشریح ہے اور یہی وہ طلاق ہے جسکو طلاق سنی (یعنی مسنون طریقہ طلاق) کہا جاتا ہے، اسکے علاوہ جتنی صورتین ہین سب طلاق بدعت مین داخل ہین، حضرت ابن عمر کا یہی واقعہ ایک اور روایت مین ان الفاظ کے ساتھ مذکور ہے،

بلغ ذلک رسول اللہ صلعم فقال یا ابن عمر ما ھکذا امرک اللہ تعالی انک اخطأت السنۃ والسنۃ ان تستقبل الطھر فتطلق لکل قرء (نیل الاوطار)

یہ خبر رسول اللہ صلعم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن عمر تمکو اللہ تعالیٰ نے اسطرح حکم نہین دیا، تم نے سنت مین غلطی کی، سنت یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرو اور ہر طہر مین ایک طلاق دو،

اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے کہ

کان ابن عباس یروی انما الطلاق عند کل طھر (زاد المعاد)

ابن عباس روایت کرتے ہین کہ طلاق ہر طہر کے زمانہ مین ہے،

واقعہ یہ ہے کہ زن وشو کی تفریق کو شریعت اسلامیہ نہایت اہمیت کی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ اس رشتہ کا ٹوٹنا بجز مخصوص حالات کے بالکل جائز نہین رکھتی، اسلئے طلاق ایک ایسی جائز شے ہے جس سے عموماً بچنا چاہیئے، البتہ جب کبھی ناقابل برداشت اور زندگی کو تلخ و ناخوشگوار بنا دینے والے حالات پیدا ہوجائین تو پھر ایسی حالت مین بتدریج آیندہ کے تمام حالات اور اسکے نتائج پر غور و فکر کرلینے کے بعد وہ اپنے پیرو کو اسپر عمل پیرا ہونے کی اجازت دیتی ہے، زن وشو کے انقطاع تعلقات کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید مین سحر کی مذمت بیان فرمائی تو اسکا سب سے مکروہ ترین اثر یہ ظاہر کیا کہ

فیتعلمون منھما ما یفرقون بہ بین المرء وزوجہ

اور ان دونون سے وہ چیز سیکھتے ہین جسکے ذریعہ سے زن وشو مین تفرقہ پیدا کردیتے ہین،

ایک روایت مین حضرت جابر سے مروی ہے،

عن النبی صلعم ان ابلیس ینصب عرشہ علی البحر ویبعث سرایاہ فاقربھم الیہ منزلۃ اعظمھم فتنۃ فیاتیہ الشیطان فیقول ما زلت بہ حتی فعل کذا، حتی یاتیہ الشیطان فیقول ما زلت بہ حتی فرقت بینہ وبین امرأتہ فیدنیہ منہ ویقول انت انت ویلتزمہ،

نبی صلعم سے روایت ہے کہ ابلیس پانی پر تخت بچھا کر اپنی ذریات کو ہر طرف بھیجتا ہے، ان شیاطین مین سے از روے قدر و منزلت ابلیس سے قریب تر وہ شیطان ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پیدا کرتا ہے، ابلیس کے پاس ایک شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ مین فلان شخص کے پیچھے پڑا اور اس نے فلان کام کیا اسی طرح ایک اور شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ مین نے فلان شخص کا پیچھا اسوقت تک کیا جب اسمین اور اسکی بیوی مین جدائی پیدا ہوگئی، پس ابلیس اسکو اپنے قریب کرلیتا ہے اور اسکو اپنے سے چمٹا کر یہ کہتا ہے کہ تو تو ہے،

ایک اور حدیث صحیح مین ہے،

عن النبی صلعم انه قال ایما امرأۃ سألت زوجها الطلاق من غیر ما باسٍ فحرام علیها رائحة الجنة

نبی صلعم سے مروی ہے کہ جس عورت نے بغیر کسی سبب کے اپنے شوہر سے طلاق مانگی اُسپر جنت کی خوشبو حرام ہے،

پہلی حدیث مین تفریق زوجین کی فتنہ عظیم سے تعبیر اور دوسری روایت مین بغیر کسی سبب کے طلاق خواہ عورت پر جنت کی حرمت، شریعت کی نگاہ مین طلاق کی اہمیت و استکراہ کو اچھی طرح ظاہر کرتی ہے،

تصریحات احادیث نبوی

اب ان تصریحات کے بعد اصل مسئلہ کے متعلق روایات صحیحہ کی بنیاد پر یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر کسی شخص نے اس بارہ مین اپنی جہالت و بیخبری سے جلدی کی اور ایک ہی مجلس مین مسلسل تین طلاقین دیدین تو آخر کیا ہو؟ روایات کا تتبع یہ ظاہر کرتا ہے کہ جمع طلاق ثلاثہ کی دو صورتین ہین، ایک یہ کہ ایک ہی لفظ مین تین طلاقین جمع کیجائین، مثلاً یہ کہ مین نے تمکو تین طلاقین دین، یا یہ کہ تین طلاقین ایک ہی مجلس اور ایک ہی وقت مین یکے بعد دیگرے دیجائین، گو یہ دونون صورتین قرآن مجید کے اصل منشار کے بالکل خلاف ہین، کیونکہ اس سے تو تین طلاقون کی تین طہر مین تقسیم و تفریق مستفاد ہوتی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم کو اجماع طلاق ثلثہ کے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ غضبناک ہوئے، سنن نسائی وغیرہ کی روایت ہے،

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول الله صلعم عن رجل طلق امرأته ثلاث تطلیقات جمیعًا فقام غضبان فقال ایلعب بکتاب الله وانا بین اظهرکم

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم کو ایک ایسے شخص کی خبر دیگئی جس نے تین طلاقین ایک ساتھ اپنی بیوی کو دین، آپ یہ سُن کر غصہ مین کھڑے ہوگئے، اور یہ فرمایا کہ میری موجودگی مین خدا کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے

حتی قام رجل فقال یا رسول الله الا اقتله،

یہانتک کہ ایک شخص مجلس سے اُٹھا اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا مین اسکو قتل نہ کر ڈالون۔

لیکن بہرحال اگر اسکے خلاف کبھی کسی سے عمل ہو جائے تو ناگزیر طور پر یہ بحث پیدا ہوتی ہے کہ اس صورت مین حکم و فیصلہ کیا ہوگا؟ اسمین تو اکثرون کا اتفاق ہے کہ تین طلاقون کا ایک لفظ مین جمع کرنا حرام ہے، لیکن اختلاف اسمین ہے کہ اگر ایسا کیا گیا تو وہ طلاق رجعی ہوگی یا بائن۔ صحابۂ کرام کی ایک جماعت کی یہ تصریح ملتی ہے کہ ایسی حالت مین طلاق واقع تو ہوگی لیکن صرف ایک طلاق رجعی ہوگی ابو جعفر احمد بن محمد مغیث نے اپنی کتاب (المقنع فی اصول الوثائق وبیان ما فی ذلک من الدقائق") مین لکھا ہے،

وطلاق البدعة ان یطلقها ثلاثا فی کلمة واحدة فان فعل لزمه الطلاق ثم اختلف اهل العلم بعد اجماعهم علی انه مطلق کم یلزمه من الطلاق فقال علی بن ابی طالب وابن مسعود رضی الله عنهما یلزمه طلقة واحدة وکذا قال ابن عباس رضی الله عنهم

(فتاوی ابن تیمیہ)

اور طلاق بدعت یہ ہے کہ کلمۂ واحد مین تین طلاقین دیجائین پس اگر ایسا کسی نے کیا تو طلاق یقیناً واقع ہوگی، البتہ ارباب علم نے وقوع طلاق پر اجماع کے بعد اسمین اختلاف کیا ہے کتنی طلاقین واقع ہونگی؟ حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ نے کہا ہے کہ ایک طلاق پڑیگی اور ایسا ہی حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ہے۔

اسی طرح مجلس واحد مین جمع تطلیقات ثلاثہ بھی طلاق رجعی کا حکم رکھتا ہے، اس بارہ مین صحیح و محفوظ روایتین حسب ذیل ہین،

حدثنا سعید بن ابراهیم حدثنا ابی عن ابن اسحق حدثنی داؤد بن الحصین عن عکرمه مولی ابن عباس قال طلق رکانه بن عبد یزید اخو المطلب امرأته ثلاثا فی مجلس احد فحزن علیها حزنا شدیدا قال فسأله رسول الله صلعم

سعید بن ابراہیم نے حدیث بیان کی ... عکرمہ مولی ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقین بیک جلسہ دین اور اس واقعہ پر وہ بہت غمگین ہوئے، رسول اللہ صلعم نے ان سے پوچھا تم نے کسطرح طلاق دی اُنہون نے کہا تین طلاقین دین، رسول اللہ صلعم نے

كيف طلقتها قال طلقتها ثلاثا قال فقال في مجلس واحد قال نعم قال فانها تلك واحدة فارجعها ان شئت قال فراجعها (مسند احمد بن حنبل)

قال ابوداؤد حدثنا احمد بن صالح نا عبد الرزاق ابن ابي جريج قال اخبرني بعض بني رافع مولی رسول الله صلعم عن عكرمه عن ابن عباس قال طلق عبد يزيد ابو ركانة واخوته ام ركانة ثلاثا ونكح امرأة من مزينة فجاءت النبي صلعم فقالت ما يغني عني الا كما تغني هذه الشعرة لشعرة اخذتها من راسها ففرق بيني وبينه فاخذت النبي صلعم حمية فدعا بركانة واخوته ثم قال لجلسائه اترون ان فلانا يشبه منه كذا وكذا من عبد يزيد وفلانا منه كذا وكذا قالوا نعم قال النبي صلعم لعبد يزيد طلقها ففعل ثم قال راجع امرأتك ام ركانة واخوته فقال اني طلقتها ثلاثا يا رسول الله قال قد علمت راجعها وتلى يا ايها النبي اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن،

پوچھا کیا ایک جلسہ؟ انھون نے کہا ہان آپ نے فرمایا یہ تو ایک طلاق ہے، پس اگر چاہو تو رجعت کرلو، راوی کہتا ہو اسکے بعد رکانہ نے رجعت کرلی،

ابوداؤد نے کہا . . . عکرمہ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ رکانہ اور اسکے بہائیون کے باپ عبد یزید نے ام رکانہ کو تین طلاقین دین اور قبیلہ مزینہ کی ایک عورت سے شادی کرلی، وہ عورت رسول اللہ صلعم کے پاس آئی اور ایک بال اپنے سر سے توڑکر یہ کہا کہ عبد یزید میری اتنی ضرورت بھی پوری نہین کرسکتے جتنی کہ یہ بال کرسکتا ہے اسلئے مجہہ مین اور ان مین آپ تفریق کرادیجئے، یہ سن کر رسول اللہ صلعم کو غیرت آئی اور آپ نے رکانہ اور اسکے بہائیون کو بلواکر حاضرین مجلس سے یہ سوال کیا کہ کیا یہ لوگ عبد یزید سے فلان فلان چیزون مین مشابہ نہین ہین، لوگون نے کہا ہان یا رسول اللہ صلعم، پھر رسول اللہ صلعم نے عبد یزید سے کہا کہ اسکو طلاق دیدو، اور اپنی بیوی ام رکانہ سے رجعت کرلو، عبد یزید نے کہا مین نے اسکو تین طلاقین دی ہین، آپ نے فرمایا ہان مین جانتا ہون رجعت کرلو، یہ فرماکر حسب ذیل آیت تلاوت فرمائی، "اے نبی تم سلمان جب عورتون کو طلاق دیا کرو تو انکی عدت کے زمانہ مین طلاق دو"!

اس روایت مین اگرچہ فی مجلس واحد کی تصریح نہین، لیکن آنحضرت صلعم کا آیت یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء (آلخ) تلاوت فرمانا اس بات کی کافی دلیل ہے کہ وہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد تھی، ورنہ رسول اللہ صلعم ہرگز یہ آیت اس موقع پر تلاوت نہ فرماتے، کیونکہ طلاق ثلاثہ فی مجلس واحد کے بغیر یہ آیت بالکل بے جوڑ سی ہوجاتی ہے،

لیکن ان روایتون سے زیادہ صاف اور واضح صحیح مسلم اور ابوداؤد کی یہ روایتین ہین . .

عن طاؤس عن ابن عباس قال كان الطلاق على عهد رسول الله صلعم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا امرا كان لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم

وفي رواية ان ابا الصهباء قال لابن عباس هات من هناتك الم يكن طلاق الثلاث على عهد رسول الله صلعم وابي بكر واحدة قال قد كان ذلك فلما كان في عهد عمر تتابع الناس في الطلاق فامضاه عليهم واجازه،

طاؤس حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم اور عہد خلافت صدیق اور حضرت عمر کی خلافت کے ابتدائی دو سال تک تین طلاقین ایک طلاق کا حکم رکھتی تہین لیکن کثرت طلاق کی وجہ سے حضرت عمر بن الخطاب نے کہا کہ لوگون نے اس معاملہ مین جلدی کی جسمین انکے لئے نرمی اور آسانی تھی، پس مین اگر اسکو نافذ کردون تو بہتر ہو، اسکے بعد سے اسکو نافذ کردیا۔

ایک روایت مین ہے، ابو صہبا نے حضرت ابن عباس سے کہا جو کچھ آپکو معلوم ہو اسکو بیان کیجئے، کیا تین طلاقین رسول اللہ صلعم اور حضرت ابوبکر کے زمانہ مین ایک نہ تہین؟ حضرت ابن عباس نے کہا ہان ایسا ہی تہا لیکن جب عمر بن الخطاب کے زمانہ مین لوگون نے کثرت سے تین طلاقین دینا شروع کین تو انھون نے انکو نافذ کردیا

یہ روائتین نہایت تصریح سے ہمین یہ بتاتی ہین کہ عہد رسالت، عہد خلافت صدیق اور عہد خلافت عمر کے ابتدائی دو سال تک عام طور پر تین طلاقین جو بیک جلسہ و بیک وقت دیجاتی تہین ایک طلاق کے حکم مین ہوتی تہین، اور شوہر کو حق رجعت حاصل رہتا تھا، وان هذا لهو الحق المبين۔

(باقی)

مولانا جامی کے خط پر ایک نظر

از مولوی محمد محفوظ الحق صاحب بی، اے

معارف کے اکتوبر نمبر مین مولانا جامی علیہ الرحمۃ کے خط کی عکسی تصویر اور اسکے ساتھ پروفیسر شیخ عبد القادر ایم، اے کی دلچسپ تحریر بھی نظر سے گذری، لیکن وہ مضمون چونکہ بہت مختصر ہے اور اسمین بعض فرو گذاشتین بھی ہین، اسلئے یہ چند سطرین لکھ رہا ہون کہ ناظرین معارف کی بعض غلط فہمیان جو اسکے پڑہنے سے پیدا ہو گئی ہین دور ہو جائین اور ساتھ ہی وہ باتین بھی جنکا فاضل مضمون نگار نے اختصار کے سبب سے ذکر نہین کیا سلسلۂ بیان مین آجائین۔

پروفیسر عبد لقادر صاحب نے پروفیسر براؤن کی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد صفحہ ۵۰۹ سے حسب ذیل بیان نقل کیا ہے، کہ "مولانا جامی کے ہاتہ کا لکہا ہوا ان کے کلیات کا ایک نسخہ سینٹ پٹرسبورغ مین موجود ہے، اور جسکا مفصل ذکر فاضل مستشرق بیرن وکٹر روزن نے اپنی ایک ضخیم تالیف مین کیا ہے، جسمین مولانا کے خط کی عکسی تصویر ۱۸۸۶ء مین شایع کی ہے جسکی یہ نقل ہے"۔ اس اقتباس سے جو ضرورت سے زیادہ مختصر اور بظاہر ترجمہ معلوم ہوتا ہے، بہت کچھ اشتباہ ہو سکتا ہے، اصل یہ ہے کہ سینٹ پیٹرزبرگ (موجودہ پٹروگراڈ، پایہ تخت روس) مین مشرقی زبانون کی کتابون کا ایک نادر ذخیرہ ہے جسمین قلمی فارسی کتابون کی بھی ایک کافی تعداد ہے، مشہور مستشرق ڈاکٹر روزن نے ان قلمی (فارسی) کتابون کی ایک فہرست تیار کی ہے، جسکا ایک نسخہ کلکتہ کی امپریل لائبریری مین ہے، اور وہ اسوقت میرے پیش نظر ہے، افسوس ہے کہ مین اس فہرست کی (جرمن) زبان سے نابلد ہون اسلئے اسکا اقتباس پیش کرنے سے مجبور ہون، بہر کیف! ناظرین کرام کو معلوم ہونا چاہیئے کہ مذکورہ بالا کتاب

کسی موضوع خاص پر کوئی "ضخیم تالیف" نہین بلکہ سینٹ پیٹرسبرگ کے مشرقی کتبخانہ کی قلمی فارسی کتابون کی فہرست ہے، اسکے اخیر مین مولانا جامی کے خط کا عکس لیتھو مین چہاپکر لگایا گیا ہے، اور اسی کا فوٹو پروفیسر براؤن نے اپنی لٹریری ہسٹری آف پرشیا کی تیسری جلد مین شایع کیا ہے۔

پروفیسر براؤن کا بیان ہے کہ مولانا جامی کے ہاتہ کا لکہا ہوا اُنکے کلیات کا نسخہ سینٹ پٹرسبورغ مین موجود ہے، لیکن یہ غلط ہے، سنٹ پٹرسبرگ مین مولانا جامی کے کلیات نہین، بلکہ ہفت اورنگ (یعنی سلسلۃ الذہب، سلامان وابسال، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، یوسف زلیخا، لیلیٰ مجنون، اور خرد نامہ اسکندری) کا قلمی نسخہ، خود مولف کے ہاتہ کا لکہا ہوا البتہ موجود ہے، اور اُسکا مفصل ذکر ڈاکٹر روزن کی فہرست (صفحہ ۲۱۵ تا ۲۵۹) مین موجود ہے، خبر نہین کہ پروفیسر براؤن جیسے فاضل مستشرق سے ایسی غلطی کسطرح ہوئی، اور ہفت اورنگ کو اُنھون نے جامی کا کلیات کیونکر سمجھ لیا۔

خیر! یہ تو ہوئی اس نسخہ کی کیفیت جو ہندوستان سے ہزارون میل دور ہے، لیکن اب اس غیر معروف نسخہ کی کیفیت سُنئے جسکی شہرت گو یورپ تک پہنچ چکی ہے، اور وہان کے بعض علمی رسائل مین اسکا ذکر بھی آچکا ہے، لیکن افسوس ہے کہ خود اس ملک کے رہنے والون کو اسکے متعلق بہت کم معلوم ہے، پروفیسر عبد لقادر صاحب کو اس نسخہ کا پتہ جس تقریب سے ملا اسکی کیفیت وہ یون بیان کرتے ہین کہ "آج سے چھ سال پیشتر جب خاکسار سید سلیمان صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی خدمت مین بانکی پور حاضر ہوا تہا اور اُن کے ہمراہ وہان کے فخر مشرق خدابخش خان مرحوم کے کتبخانہ کی سیر کی تو اسمین ایک نسخہ سلسلۃ الذہب کے دفتر اول کا نظر سے گذرا جسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتہ سے لکہی ہے"۔ افسوس ہے کہ اس جگہ پروفیسر صاحب موصوف کو سہو ہوا ہے، بانکی پور والا مذکورہ صدر نسخہ نستعلیق نہین بلکہ نسخ

مین ہے، اور اسمین سلسلۃ الذہب، دفتر اول نہین جو صرف ۱۵۷ صفحات پر ختم ہوجاتا ہے بلکہ اُسکے بقیہ ۳۳۵ صفحات پر مولانا جامی کی تمام وہ نظمین ہین، جو اپنی زندگی کے بچاسوین سال ۸۶۷ھ مین انھون نے سلطان ابو سعید کے نام معنون کی تہین، اور ۸۸۴ھ مین جنکو انھون نے اپنے دیوان اول مین شامل کر لیا تہا، اور اب وہ غزلین قطعات اور (مختصر) مثنویان اُنکے مطبوعہ دیوان مین متفرق جگہون پر مل سکتی ہین، اسکے علاوہ پروفیسر صاحب موصوف کے اس بیان سے کہ اسمین ایک مقام پر مولانا جامی نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت اپنے ہاتھ سے لکھی ہے، صاف پتہ چلتا ہے کہ پروفیسر صاحب موصوف صرف اس تحریر کو جسکا فوٹو انھون نے معارف مین شایع کیا ہے، اور جسمین جامی علیہ الرحمہ نے خود اپنا نام لکہا ہے، ان کا خط سمجھتے ہین، اور پورے نسخہ یا اول صفحہ کی دوسری تحریرون کو کسی اور کا خط تصور کرتے ہین، لیکن یہ صحیح نہین بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف اس شایع کردہ فوٹو کی تحریر بلکہ پورے نسخہ کی کتابت خود مولانا جامی کے ہاتھ کی ہے۔

لیکن قبل اسکے کہ مین مولانا جامی کے خط کے متعلق کچھ کہون، یہان اسقدر بتا دینا ضروری ہے کہ نسخہ مذکور ۲۴۶ اوراق یعنی ۴۹۲ صفحات پر ختم ہوا ہے، ہر صفحہ مین تقریباً ۲۵ سطرین ہین اسکا طول ۱۰ انچ اور عرض ۶½ انچ ہے، ہر صفحہ مین سرخ جدول ہے، پہلے صفحہ پر چند سطرین کسی نے لکھی ہین، اسکے بعد مولانا جامی کے ہاتھ کی وہ تحریر ہے جسمین اُنھون نے اپنے فرزند ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت تحریر کی ہے، اور نیچے اپنا نام لکہا ہے، اسکے بعد مولانا سرّی مولانا نظام الدین بن شمس الدین خوافی اور مولانا صبوحی کی تاریخین ہین جو اُنھون نے ضیاء الدین یوسف کی ولادت پر کہی تہین، دوسرے صفحہ سے سلسلۃ الذہب کا دفتر اول شروع ہوتا اور صفحہ ۱۵۷ پر ختم ہوتا ہے، اسکے بعد دیوان کا دیباچہ ہے اور پہر صفحہ ۱۶۱ سے غزلون، مثنویون، مرثیون، رباعیون اور تاریخون کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، اور صفحہ ۴۵۲ کے نصف پر ختم ہوتا ہے، نسخہ بحالت موجودہ بالکل اچھا ہے، صرف پہلے صفحہ کا نچلا حصہ

بھیگ گیا ہے، اسلئے اول صفحہ کی روشنائی ذرا پھیل گئی ہے، اسکے سوا نسخہ مذکور مین اور کوئی خرابی نہین، یہ تو ہوئی نسخہ کی ظاہری صورت، اب اگر اسکے خط کو بغور دیکہا جائے تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ کسی اہل علم کے ہاتہہ کا لکہا ہوا ہے، پھر یہ کہ خط کی شان کہے دیتی ہے کہ یہ تحریر نوین صدی ہجری یا اس سے قریبی زمانہ کی ہے، اب اگر پہلے صفحہ کو (جسکا فوٹو معارف مین نکل چکا ہے) دیکہا جائے تو پہلی چند سطرون کو چھوڑ کر یہ عبارت "ولادت فرزند ارجمند ..... والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمٰن بن احمد الجامی عفی عنہ" یقیناً مولانا جامی کی تحریر ہے، اور پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی یہی کہتے ہین، لیکن اگر نچلی تاریخون (اور خصوصاً صح ہذا، ہمایون طلعتے پاکیزہ اخلاقی کہ خواہد شدم) کو دیکہا جائے اور اسکے خط پر غائر نظر ڈالی جائے تو صاف پتہ چل جائیگا کہ اگلی اور نچلی تحریرین دونون ایک ہی ہاتہ کی لکھی ہوئی ہین، اب اسی کے ساتھ ساتھ سلسلۃ الذہب اور دیوان پر نظر ڈالی جائے اور اسکے خط اور انداز تحریر کو دیکہا جائے تو ہر شخص بے تامل کہدیگا کہ دونون خط بالکل ایک، اور ایک ہی ہاتہہ کا لکہا ہوا ہے، اسکے علاوہ اس نسخہ کو اگر سنٹ پیٹرسبرگ کے نسخہ سے (جسکا عکس ڈاکٹر روزن کی فہرست مین ہے) ملائیے تو دونون مین کوئی فرق نظر نہ آئیگا، اسلئے اگر یہ مان لیا جائے کہ سنٹ پیٹرسبرگ کا نسخہ (جسمین سلسلۃ الذہب دفتر ثانی کے خاتمہ پر جامی کی یہ تحریر ہے "راقم الکتاب و ناظمہ ہو الفقیر عبدالرحمٰن الجامی عفی عنہ فی الحادی عشر من ذی الحجہ سنہ ۸۹۰") خود جامی کے ہاتہہ کا لکہا ہوا ہے اور یہ کہ پروفیسر عبدالقادر صاحب کے شایع کردہ فوٹو کی یہ عبارت "ولادت فرزند ارجمند ...... والکاتب ابوہ الفقیر عبدالرحمٰن بن احمد الجامی عفی عنہ" خود مولانا جامی نے اپنے ہاتہہ سے لکھی ہے تو اسکے کہنے اور ماننے مین مطلق تامل نہین ہوسکتا کہ مذکورہ صدر نسخہ، موجودہ کتبخانہ مولوی خدابخش مرحوم خود جامی علیہ الرحمہ کے ہاتہہ کا لکہا ہوا ہے، چنانچہ فہرست کتبخانہ مذکور مرتبہ خانصاحب مولوی عبدالمقتدر (جلد دوم صفحہ ۱۷) مین بھی یہی تحریر ہے کہ "تذکرہ بالا نوٹ (یعنی ولادت فرزند ارجمند ... الخ) تاریخون (از مولانا سرّی وغیرہ) اور خود نسخہ ہذا کا خط جامی کے اس خود نوشتہ نسخہ سے بالکل متحد و یکساں ہے

جسکا ذکر ڈاکٹر روزن کی فہرست مین ہے اور جسکے اخیر مین مولف کے خط کا عکس بھی دیا گیا ہے)

اسکے علاوہ تصوف پر مولانا جامی کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ایک رسالہ دستیاب ہوا ہے جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین دیکھا جا سکتا ہے، سلسلۃ الذہب، اور اس نسخہ کے خط کو ملایا جائے تو دونون بالکل ایک نظر آئیگا، اسلئے اسمین مطلق شک نہین کہ پروفیسر عبد القادر صاحب نے سلسلۃ الذہب اور دیوان جامی کے جس نسخہ سے فوٹو شائع کیا ہے، اسکے پہلے صفحہ کی صرف یہ تحریر "ولادت فرزند ارجمند۔۔۔۔ الخ" ہی جامی کے ہاتھہ کی نہین لکھی ہوئی ہے بلکہ پورا نسخہ انکے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے،

یہ امر موجب مسرت ہے کہ بانکی پور کے کتبخانہ مین جامی کی تصنیفات کا بہترین ذخیرہ موجود ہے، چنانچہ وہان یوسف زلیخا کا بھی ایک نایاب نسخہ ہے جو مشہور خوشنویس مولانا میر علی الکاتب کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ یہ وہی قابل قدر نسخہ ہے جسکی قیمت خود جہانگیر کے زمانہ مین ہزار مہر لگائی جاتی تھی، اس نایاب نسخہ کو عبد الرحیم خان خانخانان نے (۲- محرم ۱۰۱۹ھ کو) جہانگیر کی خدمت مین (بمقام اکبر آباد) بھیجا تھا، چنانچہ مآثر جہانگیری کی عبارت ہے،

"در روز دوشنبہ دوم محرم سنہ ہزار و نوزدہ دار الخلافہ اکبر آباد بسایہ چتر آسمان پایہ آسائش پذیرفت،

۔۔۔ و درین روز یوسف زلیخائی بخط ملا میر علی مصور و مذہب کہ ہزار مہر قیمت داشت، سپہ سالار

خانخانان بطریق پیشکش ارسال داشتہ بود معروض گردید۔۔۔۔ الخ"

غالبًا اس نسخہ کی شہرت کو سن کر مولانا اسلم جیراجپوری کو سہو ہوا اور مولانا جامی کے خط کو انھون نے اس نسخہ کے ساتھ منسوب کر دیا، اور پروفیسر عبد القادر صاحب نے اس غلطی کا واقعی ازالہ کر دیا ہے۔

مولانا جامی کے خط پر بحث کرتے ہوئے پروفیسر موصوف نے ایک جگہ بالکل صحیح لکھا ہے کہ "معلوم ہوتا ہے کہ نستعلیق خط جامی کے زمانہ تک علماء اور شعراء کے استعمال مین عام طور پر نہین آیا تھا" اور آگے چل کر انھون نے تحفۃ الصلوٰۃ کے ایک نسخ نسخہ کا ذکر کیا ہے، جو ۸۹۹ھ کا لکھا ہوا ہے، واقعہ یہ ہے کہ

اگر اس زمانہ کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے جو اب کمیاب کیا نایاب ہو چلی ہین تو صاف معلوم ہوگا کہ اس زمانہ یا اس سے پہلے کی اکثر فارسی کتابین نسخ مین لکھی جاتی تہین، چنانچہ کیمیائے سعادت کا جو قدیم نسخہ خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جسکے متعلق یقین کیا جاتا ہے کہ خود امام غزالی علیہ الرحمہ کے ہاتھہ کا لکھا ہوا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسی طرح بابر کا جوترکی دیوان رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین ہے اور جسپر بابر کے دستخط ہین وہ بھی نسخ مین ہے، پھر دیوان حافظ کا وہ نایاب نسخہ جو خدا بخش خان مرحوم کے کتبخانہ مین ہے، اور جس سے ہمایون، جہانگیر اور دیگر شاہان مغلیہ فالین نکالتے تھے، اسمین ہمایون کا حسب ذیل نوٹ خط نسخ مین لکھا ہوا ہے:-

"از فالِ مصحف کہ برآمد از دیوان حافظ این فال بیت آمد و چندین بار ابیات مناسب آمدہ کہ

اگر شرح آنہا شود کتابے شود، انشاء اللہ چون فتح ولایات شرقی و مبارزان آن دیار با مرکز گار شود

نذر خوبی بخواجہ لسان الغیب فرستادہ شود و جمع آن تفاولات نیز کردہ شود بمنہ و توفیقہ، شب دوشنبہ

ہجدہم ذی الحجہ ۹۶۲ھ در شہر دین پناہ تحریر یافت، والسلام"

اسکے علاوہ تاریخ گزیدہ مولفہ حمد اللہ مستوفی کے نایاب قلمی نسخہ کا جو اعلیٰ ایڈیشن پروفیسر براؤن نے گب میموریل سیریز کے لئے فوٹو سے چھاپا ہے، وہ بھی نسخ مین ہے، اسکے خاتمہ پر حسب ذیل عبارت درج ہے جس سے سنہ کتابت (۸۵۷ھ) معلوم ہوتا ہے،

وقع الاتمام علی ید العبد الضعیف المحتاج الی رحمۃ اللہ الغنی زین العابدین بن محمد الکاتب الشرازی عفا اللہ عنہما فی الوقت الاستواء سادس شہر رمضان المبارک سنہ سبعین وخمسین وثمانمائۃ۔

اسی طرح اگر اس عہد کی قلمی کتابون کو دیکھا جائے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ ۹۰۰ھ کے قبل اور اسکے کچھ بعد تک خط نسخ کا عام طور پر رواج تھا، اور علماء و فضلاء اسکے بہت زمانہ بعد تک نسخ ہی لکھا کرتے تھے لیکن یہ ضرور ہے کہ اس زمانہ کے کاتبون مین نستعلیق رواج پا چکا تھا، چنانچہ ۹۰۰ھ کے قبل کی بعض

نستعلیق کتابین بھی آجکل ملتی ہین، اور ان سے اس رواج کا پتہ چلتا ہے، گو خواجہ میر علی تبریزی ۸۰۰ھ کے قریب خطِ نستعلیق کو ایجاد کر چکا تھا، لیکن اسکی ترویج مین اُسے خاطر خواہ کامیابی نہین ہوئی، عام طور پر یہی یقین کیا جاتا ہے کہ میر علی تبریزی موجد نستعلیق ہے، چنانچہ مولف تذکرہ خوشنویسان (غلام محمد ہفت قلمی) نے میر علی کے متعلق حسب ذیل رائے کا اظہار کیا ہے کہ

"از نسخ و تعلیق خطِ ششم ابداع نمود کہ آن را نستعلیق گویند و آن تمام درست، بیشتر ہم خط نستعلیق مے نوشتند ولیکن این مرد بزرگوار قواعد در خط نستعلیق مقرر نمودہ نزاکتے بہم رسانیدہ"

اسی طرح قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین مولانا سلطان علی مشہدی کے رسالہ منظومہ سے حسب ذیل اشعار نقل کئے ہین، جن سے میر علی کے واضع نستعلیق ہونے کا ثبوت ملتا ہے:-

نسخ و تعلیق گر خفی و جلی است — واضع الاصل خواجہ میر علی است
تا کہ بودست عالم و آدم — ہرگز این خط نبود در عالم
وضع فرمود او ز ذہن دقیق — از خطِ نسخ و ز خطِ تعلیق
نے کلکش ازان شکر ریز است — کاصلش از خاک پاک تبریز است
نکنی نفی او ز نادانی — بے ولایت نبودہ تا دانی
بد مفاخر بجمع الافضال — شیخ شیرین مقال شیخ کمال
آنکہ شورش چو میوہ ہائے خجند — ہست شیرین تر از نبات و ز قند

ان اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ خواجہ میر علی معاصر مولانا کمال الدین خجندی ہے، اور مولانا کمال الدین کی وفات بقول مولفین نفحات (صفحہ ۷۰)، حبیب السیر (جلد سوم صفحہ ۹۰) ہفت اقلیم (صفحہ ۷۲۶) مفتاح التواریخ (صفحہ ۱۵۹) اور ریاض الشعراء (صفحہ ۶۹۶) وغیرہ ۸۰۳ھ (مطابق ۱۴۰۰ء) مین واقع ہوئی، لیکن مولف مجالس العشاق نے انکی وفات ۸۰۸ھ مین بتائی ہے اور تذکرہ دولت شاہ (مطبوعہ یورپ

صفحہ ۳۰۳) مین انکی وفات ۷۹۲ھ مین لکھی ہے،

بہر کیف! مولانا کمال کا سن وفات جو بھی ہو لیکن اس سے یہ بات ضرور متیقن ہوتی ہے کہ خواجہ میر علی ۸۰۰ھ کے قریب زندہ تھے، اور مولانا جامی کی ولادت ۸۱۷ھ مین ہوئی، اسلئے اسمین مطلق شک نہین کہ جامی، میر علی اور انکے خط سے واقف ہو چکے ہونگے، لیکن قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً زمانہ کی روش اور علما و فضلا کے انداز کے سبب انھون نے طرز قدیم کو ترک نہ کیا اور ہمیشہ نسخ ہی کو طرۂ امتیاز سمجھا کئے، یہ روش انکے کچھ زمانہ بعد تک جاری رہی اور ۹۵۰ھ کے قبل تک نسخ کا رواج عام رہا، البتہ ۹۵۰ھ کے بعد نستعلیق خطوط عام طور پر ملتے ہین، لیکن اس سے قبل کی علما کی نستعلیق تحریرین کمیاب کیا نایاب ہین۔

اس سلسلہ مین اس سوال کو بھی حل کرنا چاہئیے کہ سلسلۃ الذہب و دیوان جامی موجودہ کتبخانہ خدا بخش مرحوم کا سن کتابت کیا ہے؟ مولانا ضیاء الدین یوسف کی تاریخ ولادت (۸۸۲ھ) کو دیکھکر عام طور پر یہی خیال ہوگا کہ مذکورہ صدر نسخہ کی کتابت ۸۸۲ھ یا ۸۸۳ھ مین ہوئی ہوگی، لیکن یہ خیال غلط ہے، سلسلۃ الذہب (دفتر دوم) کے خاتمہ کی تاریخ خود جامی نے اسطرح تحریر کی ہے:-

داشت جہدی دبیر چرخ برین — در رقم کردنِ حروف سنین
چون رقومش بصاد و ضاد رسید — خامہ را حکم ایستاد رسید ۸۹۰ھ
ہم برین جامی این خجستہ کلام — ختم شد والسلام والاکرام

جب دفتر دوم کا سال انقضام ۸۹۰ھ ہے تو دفتر اول بھی اسکو لگ بھگ لکھا گیا ہوگا کیونکہ یہ بالکل بعید از قیاس ہے کہ جامی سلسلۃ الذہب کا دفتر اول کو ۸۸۲ھ مین لکھین اور دفتر ثانی کو ۸۹۰ھ مین تمام کرین، اسلئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ مذکورہ صدر نسخہ بھی ۸۹۰ھ یا ۸۸۹ھ مین لکھا گیا ہوگا، اسلئے محض تاریخ ولادت ۸۸۲ھ کو دیکھکر یہ نہ سمجھ لینا چاہئیے کہ مولانا جامی کی یہ تحریر اسی سن کی ہے، ان حالات کو پیش نظر رکھکر میرا خیال ہے کہ نسخہ سلسلۃ الذہب و دیوان اول موجودہ کتبخانہ خدا بخش مرحوم کی کتابت ۸۸۹ھ یا ۸۹۰ھ مین ہوئی ہے اور جبتک اسکے خلاف کوئی کافی ثبوت نہ ملے اس تاریخ کے ماننے مین مطلق تامل نہین ہو سکتا =

افریقیہ مین دولت عبیدئین کی ابتدا

از

جناب محمد خلیل الرحمن صاحب ایم اے عثمانیہ یونیورسٹی

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شہادت کے بعد شیعان علی نے متواتر کوششین کین کہ کسی طرح سلطنت پر تسلط حاصل کرلین، چنانچہ جب بنوامیہ کے آخری زمانہ مین اہل بیت کی دعوت کا آغاز ہوا تو بنوعلی اور اُن کے طرفدارون کو قوی اُمید تھی کہ سلطنت اُنکو ملجائیگی، مگر سنہ ۱۳۲ھ کے سیاسی انقلاب اور بنوعباس کے قیام نے اُنکی اُمیدون پر پانی پھیر دیا، اور اُنکو نئے سرے سے کوشش کرنی پڑی، حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ایک کے سوا شیعون کے تمام ائمہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد مین سے ہوئے اور اگرچہ وقتاً فوقتاً ان امامون کے متعلق اختلاف رائے ہوتا رہا، مگر حضرت جعفر صادق تک ان مین کوئی بڑا اور قابل لحاظ اختلاف نہین ہوا، امام جعفر صادق نے سنہ ۱۴۸ھ مین وفات پائی، اور اُنکی وفات کے بعد شیعون کے دو ٹکڑے ہوگئے، ایک حصہ امام اسمٰعیل کو اپنا امام ماننے لگا، اور دوسرا موسیٰ کاظم کا پیرو ہوگیا۔ سنہ ۱۴۸ھ سے سنہ ۲۶۰ھ تک اس نئے اسماعیلی فرقہ نے کوئی خاص صورت علٰحدہ اختیار نہین کی تھی اور اُن مین اور دوسرے مخالف فرقہ مین صرف فرق یہ تھا کہ یہ سات امامون کو مانتے تھے، اور دوسرے اس سلسلہ کو یہان منقطع کرنے کے بجائے آگے جاری رکھنا چاہتے تھے، آخر سنہ ۲۶۰ھ مین عبداللہ بن میمون القداح ظاہر ہوا جس نے اُسکو ایک گمنام فرقہ کی حیثیت سے نکال کر سیاسی رنگ مین رنگ دیا، اس نے مختلف ممالک مین اپنے داعی بھیجے، اور آخر اسکا پوتا سعید بن حسین بن عبداللہ بن میمون سنہ ۲۹۷ھ مین اس قابل ہوا کہ اپنے دادا کے کام سے فائدہ اُٹھا کر افریقیہ پر قابض ہوجائے، اسی واقعہ کی

تاریخ اس مضمون کا موضوع ہے،

اسماعیلی فرقہ کے لوگون نے مختلف ممالک مین اپنے داعی روانہ کئے، مگر اُنکو ناکامی ہوئی، آخر آپس مین مشورہ کے بعد یہ قرار پایا کہ مغرب کے لوگون کو اہل بیت کی محبت کی دعوت دینے کے لئے ایک داعی اسطرف روانہ کیا جائے، چنانچہ انھون نے ایک صاحب فہم و فراست، فصیح و بلیغ، اور عالم و فاضل شخص یعنی ابوعبداللہ صنعانی کو اس کام کے لئے منتخب کیا، اور اتنا مال اسکے پاس جمع کیا کہ وہ اس سے کافی زاد راہ فراہم کرسکے، انتخاب کے بعد ابوعبداللہ مغرب جانے سے پہلے حج کے موسم مین مکہ گیا تا کہ وہان اس سال جو اہل مغرب حج کے قصد سے آئے ہون، اُن سے ملے، اُن کے اخلاق و عادات کا پتہ لگائے، مذہبی اعتقادات کے متعلق واقفیت حاصل کرے، اور حصول سلطنت کے لئے حیلہ و وسیلہ دریافت کرے، یہ شخص حج کے قصد سے نہین بلکہ موسم گذارنے کے لئے مکہ پہنچا، کیونکہ اسکے مذہب کے مطابق حج فرض نہ تھا، درحقیقت اس سفر اور تکلیف سے اسکا اصلی اور حقیقی مقصد یہ تھا کہ اپنی مراد کے حصول کے لئے اسباب پیدا کرے، چنانچہ وہان اُسکو چند اہل مغرب دکھائی دیئے، وہ اُن کے ساتھ رہنے لگا، اور آخر ان مین بالکل رل مل گیا، یہ لوگ تعداد مین تقریباً دس تھے، اور قبیلہ کتامہ سے تعلق رکھتے تھے، اور اُن کا ایک رئیس اُن کے ہمراہ تھا، ابوعبداللہ نے ان سے ان کے وطن کا حال دریافت کیا، اور پھر ان سے مذہب کے متعلق سوالات کئے، اسپر وہ خاموش رہے، اور اس سے الگ رہنے لگے، یہ دیکھکر ابوعبداللہ نے مذہب کے متعلق بحث مباحثہ شروع کیا، اور معلوم کرلیا کہ مذہبی عقاید مین ان کا رئیس فرقہ اباضیہ کی طرف مائل ہے، یہ گر در مقام اسکے آیندہ منصوبون کی تکمیل کے لئے کافی تھا، چنانچہ اس نے اپنے علمی تبحر اور علم مناظرہ کی بہترین قابلیت سے اُن پر ایسا اثر ڈالا کہ اُنکی عقل آخر بالکل سلب ہوگئی، جب اُنکی واپسی کا زمانہ قریب آیا تو انھون نے ابوعبداللہ سے اسکا حال دریافت کیا: اس نے جواب دیا کہ مین عراق کا باشندہ ہون، سرکاری نوکر تھا مگر بعد مین مجھے احساس ہوا کہ یہ

ملازمت نیکی کا کام نہین، اِسلئے مین اس سے دست کش ہو گیا، اور اس تلاش مین رہا کہ کسب حلال کی کوئی بہتر صورت میسر آجائے، آخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ بچون کو قرآن شریف کی تعلیم دینے سے بہتر اور کوئی کسب حلال نہین، اسپر مین نے دریافت کرنا شروع کیا کہ اسکا بہترین موقع کہان مل سکیگا، لوگون نے اس بارہ مین مجھسے ملک مصر کا ذکر کیا، یہ سُن کر اہل مغرب نے کہا کہ مصر ہمارے راستہ مین ہے، اِسلئے ہم اسمین سے گذرینگے، وہان تک تم بھی ہمارے ہم سفر ہو جاؤ، انھون نے اسپر اصرار کیا، آخر اس نے منظور کر لیا، اثناء راہ مین وہ ان سے ہمیشہ گفتگو کرتا، اور اُنکو اپنے مذہب کی طرف مائل کرتا اور آہستہ آہستہ اُنکو رام کرتا رہا، آخر یہ لوگ کچھ ایسے گرویدہ ہو گئے کہ اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ انکے وطن چلے اور ان کے بچون کو تعلیم دے، مگر اس نے بُعد مسافت کا عذر کیا اور کہا کہ اگر مجھکو مصر مین ملازمت مل گئی اور میری حاجت پوری ہو گئی تو فبہا ورنہ مین تمہارے ساتھ قیروان تک چلونگا جب یہ لوگ مصر پہنچے تو وہ اُن سے جدا ہو گیا اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ تلاش روزگار مین سرگردان ہے، لوگ دوبارہ اس سے ملے اور اسکا حال دریافت کیا، اس نے کہا کہ اس ملک مین میری خواہش پوری ہوتی نظر نہین آتی، ان لوگون نے پھر اُسکو ساتھ چلنے کے لئے کہا اور اس نے منظور کر لیا، چنانچہ قیروان تک وہ برابر اُسکی صحبت مین رہے، یہان اُنہون نے پھر خواہش ظاہر کی کہ وہ اُنکے ساتھ اُنکے وطن چلے، اور وہان اُسکی آرزو کے مطابق تعلیم اطفال اُسکے سپرد کر دیجائے، مگر اس نے کہا کہ میرے لئے ضروری ہے کہ پہلے قیروان مین رہ کر اپنی ضرورت پوری کرنے کی کوشش کرون، اگر نا کامیاب ہوا تو تمہارے پاس چلا آؤنگا، ان اہل مغرب کا رئیس سب سے زیادہ اُسکو ہمراہ رکھنے کا خواہشمند تھا، اور وہی سب سے بڑھ چڑھکر اُسکی خاطر و مدارت کرتا تھا، چنانچہ اس نے اپنے مقام، مکان، اور قبیلہ کتامہ کا پورا پورا پتہ دیدیا۔

ابو عبد اللہ نے چند روز قیروان مین قیام کر کے تمام قبائل کے حالات کا پتہ لگا لیا اور اُسکو یہ معلوم ہو گیا کہ تمام افریقیہ مین بلحاظ شوکت و قوت اور رسوخ کتامہ کا کوئی قبیلہ ہمسر نہین، یہ سب کچھ

معلوم کر کے وہ کتامہ کے مقدم الذکر رئیس کی طرف چلا، اور ایک سیاہ خچر پر سوار ہو کر مع چند ہمراہیون کے اُدہر کا راستہ لیا، جب اس رئیس کے مقام تک پہنچا تو راستہ سے ذرا ہٹ گیا، اور ایک کھیت مین پہنچا جہان کتامہ کا ایک ادھیڑ آدمی اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، اُس نے پاس آ کر اُنکو سلام کیا وہ فوراً کھڑے ہو گئے، اور وہان ٹھہرنا چاہا، ابو عبد اللہ نے اُنکی درخواست منظور کر لی چنانچہ انھون نے اُسے اپنے گھر مین اُتارا اور بڑی خاطر مدارات کی، ابو عبد اللہ نے اس شخص سے پوچھا کہ تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے، اس نے کہا تمام، پھر پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے، اس نے جواب دیا کہ معارک، اس سے ابو عبد اللہ نے معلوم کیا کہ فال نیک ہے، ہمارا کام ضرور اتمام کو پہنچیگا مگر معرکون کے بعد پھر ابو عبد اللہ نے وہان سے رخصت ہونا چاہا، وہ روانہ ہو کر کتامہ پہنچا، اور ایک مسجد مین اُترا، یہان ایک بڈھا بچون کو پڑھا رہا تھا، وہ فوراً کھڑا ہوا اور داعی کو سلام کیا، ابو عبد اللہ ابتک اپنے سیاہ خچر پر ہی سوار تھا، معلم نے اُسکو بڑے غور سے دیکھا، جس سے ابو عبد اللہ کو شک گذرا وہ مسجد مین آیا اور معلم سے دریافت کیا کہ تم مجھکو اور میرے خچر کو بڑے غور سے کیون دیکھ رہے تھے، معلم نے کہا کہ ہان اسکا ایک سبب ہے، زمانۂ قدیم مین کتامہ مین فلیق نام ایک کاہن تھا جس نے ان لوگون کے فتنہ و فساد کو دیکھکر کہا تھا کہ جب مشرق سے ایک شخص سیاہی مائل گھوڑے پر سوار آئیگا تو تم جنگ کو دیکھو گے، مین نے جب تمکو دیکھا تو مجھے وہ قول یاد آگیا، اس سے بھی ابو عبد اللہ نے نیک فال لی اور نتیجہ یہ ہوا کہ اسکو وثوق اور اطمینان حاصل ہو گیا۔

ابو عبد اللہ داعی وہان سے چل کر کتامی رئیس کے پاس گیا، اور مسجد مین مقیم ہوا، یہان بھی ایک معلم بچون کو تعلیم دے رہا تھا، اور اسکے پاس رئیس قبیلہ کے بچے بھی تھے، جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا، تو رئیس مسجد مین آیا اور ابو عبد اللہ سے ملا، چنانچہ اُسی نے ظہر کی نماز پڑھائی، ابھی عصر کے وقت ہوا، یہ حال دیکھکر معلم اپنی ذلت گوارا نہ کر سکا، اور مسجد کو چھوڑ کر چلا گیا، چنانچہ اب ابو عبد اللہ مسجد کا

امام اور بچون کا معلم ہوگیا، تعلیمی جدوجہد کی وجہ سے بچون کے مان باپ اس سے خوش ہوئے اور چالیس دینار آپس مین جمع کئے، اور شیخ نے ان مین کچھ اضافہ کرکے ابوعبداللہ کو دینے چاہے ابوعبداللہ نے ایک ہتیلی مین سے پانچ سو دینار نکالکر شیخ کے سامنے ڈالدیئے اور کہا در اصل مین بچون کا معلم نہین ہون، اصل معاملہ سے مین تم کو اب آگاہ کرتا ہون اُسے غور سے سنو ہملوگ اہلبیت کے انصار مین سے ہین، اور اے اہل کتامہ تم مین ایک روایت چلی آتی ہے کہ تم ہمارے انصار اور قیام سلطنت مین ہمارے مددگار رہوگے، اور یہ کہ اللہ تمہارے سبب سے دین کو غالب کریگا، اور اہل بیت کو عزت دیگا، ان مین ابھی ایک امام ظاہر ہوگا جسکے تم مددگار رہوگے، اور اسکے لئے اپنی جانین تک قربان کردوگے، تمہارے مدد سے ہی وہ تمام دنیا کو فتح کریگا، اور اس طرح تمہارا اجر کئی گنا ہوگا، اور دنیا اور آخرت کی بہترین چیزین تم کو میسر آئینگی، یہ سُن کر شیخ نے کہا کہ جو کچھ تم نے کہا مین اسکو منظور کرتا ہون، اور اسکے لئے اپنا مال وجان خرچ کرنے کے لئے تیار ہون، نہ صرف اپنا بلکہ اپنی تمام قوم کا بھی، مین تمہارا مطیع ہون اور جو کچھ تم کرنا چاہتے ہو اسکا حکم دو، ابوعبداللہ نے کہا کہ اپنے نزدیک کے رشتہ دارون کو دعوت دو، اسی اثناء مین رمضان کا مہینہ آگیا، ابوعبداللہ نے کہا کہ رمضان آگیا ہے، اور ہمارے مذہب مین تراویح جائز نہین، کیونکہ یہ عمر کی بدعت ہی نہ کہ سنت رسول اللہ، مین یہ کرونگا کہ نماز عشا مین کوئی لمبی سورت پڑھونگا، اور اسطرح یہ نماز تراویح کے بجائے ہوجائیگی، شیخ نے کہا کہ مین اس معاملہ مین تمہارا مطیع وفرمان بردار ہون جو کچھ جی چاہی کرو۔

جب اس نئی نماز اور بدلے ہوئے حالات کی اطلاع شیخ کے پڑوسیون اور اُسکے بھائی کو ہوئی تو موخرالذکر اُسکے پاس آیا اور کہا کہ تم کو آخر کیا ہوگیا ہے، اس مشرقی شخص نے تمہارے مذہب کو فاسد اور دین کو تبدیل کردیا ہے، مگر شیخ نے کہا کہ مین تم کو بھی دعوت دیتا ہون کہ تم بھی اس کام مین میرے شریک ہوجاؤ، یا اس شخص کی برائی میرے سامنے نہ کرو، جسکی نیکی علم وفضل، دینداری

اور پرہیزگاری کو مین نے ہر طرح آزمالیا ہے، یہ سُن کر اُسکا بھائی ناراض ہوکر چلا گیا اور شیخ تمام جماعت کو لیکر علحدہ ہوگیا، اُدہر ابوعبداللہ نے اپنی فضیلت کا ایسا سکہ بٹھایا کہ لوگ اُسکے گرویدہ ہوگئے، اور حد سے زیادہ اسکی تعظیم وتکریم کرنے لگے، شیخ نے استدعا کی کہ وہ ان مین اپنے مذہب کی تبلیغ کرے، چنانچہ ابوعبداللہ نے کہا کہ تم سب اہل بیت کے انصار ہو، اسکی تقریر کی حلاوت کی وجہ سے اُنکی عقلین بالکل سلب ہوگئین، اور آخرکار وہ سب کے سب اس تحریک مین شامل ہوگئے، اسکے بعد موقع پاکر شیخ نے اپنے بھائی کو قتل کرادیا، اور جب لوگ تعزیت کے لئے آئے تو ان سے عہد لیا کہ وہ داعی کے مطیع وفرمان بردار رہین گے، اسطرح اس نے بتدریج ایک بڑی جماعت کو اکٹھا کرلیا اور یہ شیخ آیندہ سات سال تک برابر اپنی قوم کے ہمراہ انکی جنگون مین شریک رہا، جب اُسکی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بنی عم کو جمع کیا اور اُنہین وصیت کی کہ وہ ابوعبداللہ کا ساتھ نہ چھوڑین، اور اس بارہ مین کسی قسم کا اختلاف نہ کرین، اسی طرح اس نے ابوعبداللہ کو اپنے بیٹون کے بارہ مین وصیت کی،

اسطرح آہستہ آہستہ تمام اہل کتامہ داعی کے مطیع ہوگئے، اور اس قبیلہ کے علاوہ دوسرے قبائل بھی اس تحریک مین شامل ہوگئے، اسپر اُس نے اُن کا ایک دیوان قائم کیا اور چھاؤنی کی بنا ڈالی، اس نے ان سے یہ بھی کہہ دیا کہ تمکو اپنے لئے دعوت نہین دیتا بلکہ اہل بیت کے امام معصوم کی اطاعت وفرمان برداری کے لئے بلاتا ہون، اس امام معصوم کی صفات بیان کرنے مین ایسی ایسی کرامات بیان کین جو خلاف عقل ہین، مگر لوگ انکو صحیح مانتے تھے، وہ ان سے کہا کرتا تھا کہ وہی امام درحقیقت اس امر کا اصلی مالک ہے، اور جب وہ ظاہر ہوجائیگا تو مین ہٹ جاؤنگا، اور لطف یہ ہے کہ ابوعبداللہ نے امام کو اب تک خود نہین دیکھا تھا بلکہ شیعون سے صرف اسکے حالات سُنے تھے، اسلئے اسکا اعتقاد امام کے دیکھنے پر مبنی نہ تھا، جب تک بربریون کا کام بالکل پختہ نہین

ہوا، اور وہ امیر افریقیہ کو شکست دیکر ملک پر قابض ہنین ہوگیا، ابو عبد اللہ نے اآم کو ہنین دیکہا تہا۔

اسوقت خاندان بنو اغلب کا ایک فرمان روا ابراہیم بن اغلب حکمران تہا، اس سے قبل ہی سلطنت بنو اغلب مین مختلف انقلابات ظہور پذیر ہوچکے تھے، اور حکومت مین ضعف آگیا تہا، ابراہیم نے بادشاہ ہوکر کم وبیش چہہ سات سال تک اپنے پیشرؤون کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کی، مگر اسکے بعد اُس نے ظلم وستم آغاز کیا، اور اس ظلم وستم کی وجہ سے سلطنت کی رہی سہی طاقت کبھی زایل کردیا، ایک دوسرا غضب یہ کیا کہ جب ۲۸۰ھ مین اس نے اہل بلزمہ پر فتح پائی تو اُن کے کم وبیش ایک ہزار آدمیون کو پکڑ کر رقادہ لے آیا، اور یہان اسنے انکو اطمینان دلانے اور راحت پہنچانے کے بعد قتل کرادیا، یہی قتل عام دولت اغلبیہ کے زوال کا باعث ہوا، کیونکہ ان لوگون مین عربون اور ان لوگون کی اولاد شامل تہی جنھون نے افریقیہ کو فتح کیا تہا، اور بنو کتامہ کے حلیف تھے، اب توازن قائم نہ رہ سکا، اور جب کتامہ ابو عبد اللہ سے مل گئے تو بنو اغلب کے افریقیہ مین قیام وبقا کی کوئی سبیل نہ رہی، اور ابو عبد اللہ کے ہاتہہ ایسا حربہ آگیا کہ جس سے بچنا بنو اغلب کے لئے بالکل ناممکن تہا، آخر اسطرح سلطنت کے جڑون کو کہوکہلا کرنے کے بعد ۲۸۹ھ مین ابراہیم نے وفات پائی، اور ابو العباس ابن ابراہیم باپ کی جگہ بادشاہ ہوا، مگر بادن روز کی حکومت کے بعد اپنے غلامون کے ہاتہہ سے قتل ہوا، اور بنو اغلب کا آخری تاجدار زیادۃ اللہ تخت پر بیٹہا، مگر یہ تخت نشینی بھی بغیر خون ریزی اور قتل کے عمل مین نہ آسکی، جس سے سلطنت اور بھی کمزور ہو گئی، ابو عبد اللہ کتامہ پر پورا قبضہ حاصل کرچکا تہا اور زیادۃ اللہ بالکل بے دست وپا تہا۔

آخر ۲۹۲ھ مین افریقی اور ابو عبد اللہ کی فوج مین سب سے پہلے مڈبھیڑ کبونہ کے مقام پر ہوئی، اُسکی تفصیل یہ ہے کہ زیادۃ اللہ کے سپہ سالار ابراہیم بن حبشی بن عمر تمیمی نے لشکر کے ساتھ اسکی طرف کوچ کیا، ابو عبد اللہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی کہ ابراہیم بن حبشی کے ہمراہ اکابر قوم، شرفاے عرب اور موالی ہین اور اسکے علاوہ بہت سے سامان حرب سے مسلح ہے، تو اسکو خوف پیدا ہوا، اور اُس نے کتامہ کو جمع کرنا شروع کیا، یہ تمام جمعیت بے قاعدہ اور بے ضابطہ تھی اور اسکی صورت یہ ہوتی تھی کہ ابو عبد اللہ قبائل کے مختلف رؤسا کی طرف خط لکہا کرتا تہا اور وہ لوگ اپنے مطیع اور اُسکی طرف راغب لوگون کو جمع کرلیا کرتے تھے، ان خطون مین صرف یہ ہوتا تہا کہ فلان دن اور فلان موقع مقرر ہوا ہے، اُسکے سامنے ایک شخص پکارا کرتا تہا کہ پیچھے رہنا اور جنگ مین شرکت نہ کرنا حرام ہے" نتیجہ یہ تہا کہ کتامہ مین کوئی شخص بھی ایسا نہین رہا جو اسکے ساتھ نہ مل گیا ہو، اس طریقہ سے اس نے ایک لاتحصی اور لاتعد جماعت پیدا کرلی، اور وہ سب ابراہیم کے مقابلہ اور مقابلہ کے لئے جمع ہوگئے، آخرکار کبونہ کے مقام پر مقابلہ ہوا جو صبح سے شام تک برابر جاری رہا، آخر ابراہیم کو شکست ہوئی، منہزم فوج کے خیال کو ترک کرکے کتامہ لوٹنے مین مشغول ہوگئے، اور بہت سے ہتہیار، زین، لگام، اور طرح طرح کا مال واسباب اُن کے ہاتہہ آیا، یہ سب سے پہلا مال غنیمت تہا جو ابو عبد اللہ شیعی اور اُسکے اصحاب کو حاصل ہوا، چنانچہ اب اُنکو ریشمی کپڑے میسر آئے، مرصع تلوارین گردنون مین حمائل کین، اور سنہری اور روپہلی کام کے زین اور لگام لگاکر گھوڑون پر سوار ہوئے، اسکے علاوہ ان کے پاس ہتہیارون کی افراط ہوگئی اور وہ لوگ شریف اور بزرگ بن گئے، اب اُنکی مرادین پوری ہوئین اور ساتھ ہی اُنکو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابو عبد اللہ داعی نے فتح وظفر کے جو کچھ وعدے ان سے کئے تھے، وہ سب برحق ہین، نتیجہ یہ ہوا کہ اُن کے دل بڑھ گئے اور ادہر اہل افریقیہ زیادہ کمزور اور بے ہمت ہوتے گئے، اُن کے دلون مین بیچارگی اور بے مائگی کا خیال پیدا ہوا، ابو عبد اللہ داعی نے فوراً عبید اللہ شیعی[۱] کو جو اسوقت سجلماسہ مین تہا اس فتح کی

[۱] عبید اللہ شیعی ۲۶۰ھ مین پیدا ہوا، ۲۸۹ھ مین سوداگر کے بھیس مین مصر آیا، ذی الحجہ ۲۹۶ھ مین سجلماسہ پہنچا، ربیع الآخر ۲۹۷ھ مین رقادہ مین اسکی بادشاہت کا اعلان ہوا، اور نصف ربیع الاول ۳۲۲ھ مین ۲۶ برس کی حکومت کے بعد وفات پائی؛

اطلاع دی اور خفیہ طور پر کتامہ کی ایک جماعت کے ہاتھ اُسکے پاس بہت سا مال بھیجدیا۔

۲۹۳ھ مین زیادۃ اللہ بن عبداللہ بن اغلب نے ابوعبداللہ داعی سے لڑنے کے لئے مدلج بن زکریا، اور حامد بن سرورخال کی سرکردگی مین اربس کی جانب ایک لشکر روانہ کیا، مگر ۱۰- جمادی الآخر کو یہ دونون زیادۃ اللہ کے مخالف ہو گئے، اور ۱۳- کو قیروان پہنچے، ایک جم غفیر نے شہر سے نکل کر اسکا مقابلہ کیا، اور ان دونون کو قتل کر ڈالا، اسی اثنا مین ابوعبداللہ کی چالون کی اطلاع خلیفہ عباسی مکتفی کو بھی مل چکی تھی، چنانچہ اس نے اہل افریقیہ کو زیادۃ اللہ کی مدد اور شیعی داعی کے خلاف جنگ کے لئے برانگیختہ کیا، زیادۃ اللہ خود اربس گیا اور بکثرت فوج جمع کی اور اور بہت سا مال ومتاع ان مین تقسیم کیا، باغایہ کی طرف فوجین روانہ کین طبنہ کی حالت بھی مخدوش تھی، اسلئے وہان بھی فوج متعین کی، اور حکم دیا کہ کتامہ پر لگاتار چھاپے مارے جائین، خلیفہ اور زیادۃ اللہ کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا، آخر بارگاہ خلافت کا ایلچی زیادۃ اللہ اور اسکے ندیمون کی حالت دیکھکر نا اُمید واپس چلا گیا، ابوعبداللہ داعی نے بلزمہ اور طبنہ پر غلبہ حاصل کر لیا، اور لوگون کی تالیف قلوب کے لئے تمام زیادہ وصول کیا ہوا محصول واپس کر دیا، اس سے اسکو اور تقویت حاصل ہوئی کیونکہ عوام کو اب یہ اُمید ہوئی کہ ابوعبداللہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم کو پھر زندہ کریگا، نتیجہ یہ ہوا کہ گرد ونواح کا علاقہ امن وامان ہی سے اسکا مطیع ہو گیا، جب زیادۃ اللہ کو یہ معلوم ہوا تو اُسے سخت رنج ہوا، اور اس نے حکم دیا کہ مسجدون کے منابر سے ابوعبداللہ پر لعنت بھیجی جائے مگر بیسود، اب عبداللہ کی طاقت کا توڑنا ناممکن تھا۔

۲۹۴ھ مین ابراہیم بن حبشی بن عمر اپنی فوج کو لیکر اربس سے ابوعبداللہ کی جنگ کیلئے طبنہ کی جانب روانہ ہوا، زیادۃ اللہ اسوقت تک اربس مین مقیم تھا، اب وہ رقادہ چلا گیا اور وہان خواہشات نفسانی مین منہمک ہو گیا، رات دن بدچلن، اور بدمعاش لوگون اور گویون کی

کی صحبت مین زندگی بسر کرنے لگا اور جب کبھی اسکو سلطنت کی تباہی وبربادی کا خیال آ بھی جاتا تھا تو اُسکے یہ ندیم اُسکو دوسری طرف متوجہ کر دیتے تھے، آخر شعبان مین ابوعبداللہ شیعی شہر باغایہ مین داخل ہوا، اور حالت ایسی نازک ہو گئی کہ زیادۃ اللہ کا رقادہ مین قیام ناممکن ہو گیا، آخر اپنے وزیر کے مشورہ سے اس نے رقادہ کو خیرباد کہکر مصر بھاگ جانے کا ارادہ کیا، مگر ابراہیم بن حبشی نے مخالفت کی اور اُسے بزرگون کے کارنامے یاد دلائے کہ کسطرح اس سے بھی بدتر حالت کو انھون نے رقادہ ہی مین مقیم رہ کر سنبھال لیا تھا، زیادۃ اللہ نے اسکی صلاح مان لی اور ٹھہر گیا، مگر اس قیام سے بگڑی حالت کو نہ سنوار سکا، آخر ۲۹۶ھ مین ابوعبداللہ شیعی کا لشکر قسطیلیہ تک پہنچ گیا، اور زیادۃ اللہ کے سردار لشکر اپنی فوجون کو لیکر قیروان کی طرف پسپا ہوئے، شیعی فوجون نے گرد ونواح کے علاقے مین پہیل کر سب کچھ جلا دیا، ابوعبداللہ نے پہلے سے اپنی فوج کو حکم دے رکھا تھا کہ قتل وغارت نہ کرین اور مکانون مین مقیم رہین، اس حکم کی بدولت دو ماہ تک بالکل سکون رہا اور لوگون کو خیال ہوا کہ فتنہ دور ہو گیا ہے، مگر اس حملہ نے سب کو چونکا دیا، اور زیادۃ اللہ مرعوب اور شہر کی طرف سے نا اُمید ہو گیا، یہ حالت ہوئی کہ لوگون کی زبانین خوف واضطراب سے بند ہو گئین، اور زیادۃ اللہ کے وزرا نے نمک حلال لوگون کی طرف سے اسے بدظن کرنا شروع کر دیا۔

اسی سال ابوعبداللہ شیعی نے اربس پر حملہ کیا، اور ابراہیم بن ابو اغلب کی فوجون سے اسکا مقابلہ ہوا، ابراہیم نے شکست کہائی، اور ۲۴- جمادی الآخر کو ابوعبداللہ بزور شمشیر شہر مین داخل ہو گیا، اور وہان خون کی ندیان بہا دین،

جب اس واقعہ کی اطلاع زیادۃ اللہ کو ہوئی تو وہ سمجھ گیا کہ اب سلطنت اور حکومت دونون رخصت ہین، چنانچہ ۲۶- جمادی الثانی کو اس نے رخت سفر تیار کرنا شروع کیا اور طرابلس چلا گیا، صبح کو قصر امارت لوگون نے لوٹ کر تہ وبالا کر ڈالا، اُدہر ابراہیم ابن ابو اغلب اربس سے

پسپا ہو کر قیروان آیا، اور یہان اپنا سکہ بٹھانا چاہا، مگر لوگون نے کہا کہ بچاؤ کی صورت ممکن نہین، جب تمہارے پاس مال و زر، فوج و لشکر تھے اور تم کچھ نہ کر سکے تو اب کیا کر سکتے ہو۔

ابو عبد اللہ نے جب زیادۃ اللہ کے فرار کی خبر سنی تو وہ قیروان کی طرف چلا، اور اپنے ایک افسر کو کچھ رسالے دیکر رقادہ روانہ کیا تاکہ اسپر قبضہ کر لے، اسی سال یعنی سنہ ۲۹۶ھ مین ابو عبد اللہ قیروان مین داخل ہوا، اور وہان کا انتظام درست کر کے اپنے لشکر کو سجلماسہ کی جنگ کے لئے تیار کیا، یہان عبید اللہ شیعی اور اسکا بیٹا ابو القاسم قید تھے، سجلماسہ کے راستہ مین تاہرت کو فتح کیا، اور ابو حمید دواس بن صولات لہیضی اور ابراہیم بن محمد یمانی کو وہان کا حاکم مقرر کیا اور خود سجلماسہ کی طرف چلا، ۶- ذی الحجہ سنہ ۲۹۶ھ کو وہان پہنچا، اور محاصرہ شروع کیا، سات تاریخ کو جنگ ہوئی اور اسی دن اس نے شہر پر قبضہ کر لیا، عبید اللہ شیعی اور اسکا بیٹا ابو القاسم مریم بنت مدرار کے پاس قید تھے، انکو وہان سے نکالا گیا، جب ابو عبد اللہ نے انکو دیکھا تو پا پیادہ ہو گیا، اور فرط مسرت سے اسکے آنسو نکل آئے، اسے فازہ مین لایا گیا اور یہان اس نے امور سلطنت اسکے سپرد کر دیئے، اور اپنے ہمراہیون سے کہا کہ یہ ہے میرا اور تمہارا آقا، اللہ تعالے نے اسکے بارہ مین اپنا وعدہ پورا کیا، اسکو اسکا حق عطا کیا، اور اسے غالب کیا، اب عبید اللہ افریقیہ کا تنہا مالک تھا۔

متفرقات

فنِ صحافت

لندن یونیورسٹی مین طلبہ کے لئے جو اختیاری مضامین ہین، اُن مین ایک مضمون فن صحافت (جرنلزم) بھی ہے، کچھ روز ہوئے ٹائمس کے ایڈیٹر مسٹر اسٹیڈ نے اس فن کے اصول و شرائط پر یونیورسٹی مذکور کے سامنے لکچر دیا، جسکے اقتباسات ذیل غالباً دلچسپی سے پڑھے جائین:-

پریس کی قوت، جسکا اسقدر شہرہ ہے، اسکا دار و مدار تمامتر اس امر پر ہے کہ فلان پرچہ فلان درجہ کا ہے، تجربہ کار اخبار نویس خود اپنے پرچہ کی قوت اور بعض اوقات اسکی کمزوری کا اندازہ رکھتے ہین، لیکن یہ کوئی اخبار نویس قبل سے نہین بتا سکتا کہ اسکی کس تحریر کا پبلک پر کیا اثر ہوگا، صرف اتنا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کسی اخبار نویس نے کافی غور کے بعد، اور اپنی ضمیر و دیانت کے مطابق کوئی تحریر شایع کی ہے تو اُسکا اثر یقیناً ہوگا۔

اخبار کی ترتیب و تہذیب اور اسکی طبع و اشاعت کی جزئیات سے واقفیت بھی ایک نومشق صحافی کو آگے چل کر بہت مدد دیگی، اکثر نوجوان اخبار نویسون کو اسکی عجلت ہوتی ہے کہ کسی پرچہ کی باگ اُن کے ہاتھ مین آتے ہی وہ رائے عامہ کو اپنے قابو مین لے آئین، یہ خواہش بجائے خود ناجائز نہین، لیکن اسمین عجلت کرنے کی مثال بالکل ایسی ہی ہوگی کہ جیسے کسی معمار کو بغیر بنیاد قائم کئے اور دیوارین اُٹھائے چھت تیار کرنے کی عجلت ہو جائے، معمارون کی طرح اخبار نویسون کا بھی اصل کام بنیادون سے شروع ہوتا ہے، برسون کی مشق و ریاضت کے بعد کہین جا کر کامیابی ممکن ہوتی ہے

اور پھر ضرورت اسکی بھی ہے کہ تعلیم جسقدر گہری اور جسقدر وسیع حاصل کیجا سکے، کی جائے،

شارٹ ہینڈ، ٹائپ رائٹنگ (مختصر نویسی و ٹائپ نویسی) اور دوسری زبانون سے واقفیت بغیر اسکے کہ اپنی مادری زبان کو فراموش کیا جائے، تحریر مین طوالت و اطناب کا نہونا، مغز سخن تک پہنچ جانا، حوالون کی بڑی بڑی کتابون سے تیزی کے ساتھ کام نکال لینا، قوت استدلال رکہنا یہ سب اوصاف مفید اور معین ہونگے، لیکن محض ان خصوصیات کی جامعیت سے کوئی شخص اول درجہ کا صحافی نہین ہوسکتا، بہترین جرنلسٹ ہونے کے لئے ایک اور بھی شے لازمی ہے، اور وہ لازمی شے کیریکٹر (اخلاقی قوت) ہے، یعنی وہ قوت جو حق و باطل مین امتیاز اور بیخوفی کے ساتھ اظہار حق کرسکتی ہے، موجودہ تمدن مین یہ فن ایک پیشہ کی حیثیت ضرور رکہنے لگا ہے، اور لوگ اُسے محض ذریعہ معاش و آلہ تجارت سمجھنے لگے ہین، تاہم یہ ایک شریف فن ہے، جسکا مقصد اصلی خدمت خلق کرنا ہے، جو لوگ اپنے اندر خدمت خلق کا کوئی ولولہ نہین پاتے اُنہین اس کوچہ مین قدم ہی نہ رکھنا چاہیئے۔

اخبار نویسی کی زندگی بعض حیثیات سے کتے کی زندگی کے مشابہ ہوتی ہے، جو وقت انسانون کا آرام کے ساتھ سونے کا ہوتا ہے، اسوقت وہ جاگتا ہوتا ہے، اور اپنے کام مین مشغول ہوتا ہی، اُسکے نہ کہانے کا کوئی وقت مقرر ہوتا ہے نہ سونے کا۔ بیشمار لوگون سے جو ہر مزاج اور ہر طبیعت کے ہوتے ہین، سابقہ پڑتا رہتا ہے، اور طرح طرح کی تکالیف جہیلنا پڑتی ہین، جن اشخاص کو راحت و آرام عزیز ہو، اُن کے لئے یہ صیغہ موزون نہین۔

اخبار ایسا ضرور ہونا چاہیئے جو اپنے مصارف اپنی ہی آمدنی سے چلا سکتا ہو، اگر خارجی مدد لیگی تو اخبار آزاد نہ رہ سکیگا، اور جو اخبار اپنی پالیسی مین آزاد نہو، وہ ملک و قوم کے لئے ایک خطرہ ہے۔

اخبار کو سب سے زیادہ عزیز اپنی آزادی ہونا چاہیئے، ایک آزاد اخبار سب کی نظرون مین کہٹکتا ہے، حکام اُسکی جانب سے بدگمان رہتے ہین، امرا اس سے بیزار رہتے ہین، مصاحبت پسند

و خوشامد دوست حلقہ اس سے ضد رکہتے ہین، انتہا پسند و انقلاب پسند گروہ اپنی طرف سے اسکا مخالف رہتا ہے، لیکن با این ہمہ امن عامہ اور ملک کے نظم و نظام کی برقراری مین جسقدر ہاتھ ایک آزاد پریس کا ہوتا ہے، اسقدر نہ پارلیمنٹ کا ہوتا ہے نہ کلیسا کا، اور نہ جلسون اور تقریرون کا۔

لارڈ نارتھ کلف (مالک اخبار ٹائمس) کا جو دور حاضر مین بہترین جرنلسٹ (صحافی) ہین، مقولہ ہے کہ ایجاز و اختصار جان صحافت ہے، ایک اچھا اخبار نویس، قلم ہاتھ مین لینے کے قبل ہی ذہن مین طے کرلیتا ہے کہ فلان مضمون کو فلان تعداد سے زاید الفاظ مین نہ ادا کیا جائیگا، ایک ایڈیٹر کیلئے سب سے زیادہ تکلیف دہ وقت وہ ہوتا ہے، جب اسکے ماتحت بڑے بڑے طویل و عریض مضامین اسکے پاس لاتے ہین، اور اسے اُن مین کاٹ چھانٹ کرنا پڑتی ہے، جو نوجوان فن صحافت کو اختیار کرنا چاہتے ہین، لازم ہے کہ شروع ہی سے اپنی عادت ایجاز و اختصار کی ڈالین، اور طویل نویسی سے بچتے رہین۔

"خبرین" اور "رائین" دو بالکل مختلف چیزین ہین، اخبار کا مقصد اصلی ناظرین تک خبرون کا پہنچانا ہوتا ہے، اچھے اخبار نویس کو اس سے زیادہ بحث نہ ہونا چاہیئے کہ واقعات کی رفتار کہانتک اُسکی رائے کی پابند ہے، اُسے دیانت کے ساتھ خبرین اپنے خریدارون تک پہنچا دینا چاہیئے، البتہ خبرون کی اشاعت مین یہ احتیاط رہے کہ ان سے محض جلب منفعت مقصود نہو، بلکہ خدمت ملک مقصود ہو، یعنی ایسی خبرین، جن سے بعض رکیک جذبات کی تسکین ہوسکتی ہے، اور ان کے سوا کوئی فائدہ نہین ہوسکتا، انکی اشاعت سے احتراز چاہیئے۔

(ٹائمس ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

تلخیص و تبصرہ

خودکشی پر اخلاقی نظر

مشہور ماہرِ سائنس سر آلیور لاج نے رسالہ فارٹ نائٹلی ریویو کی ایک تازہ اشاعت مین ایک مضمون "خودکشی پر ایک اخلاقی نظر" کے عنوان سے تحریر کیا ہے، اسمین وہ لکھتے ہین کہ خودکشی کرنے والون کی برارت مین عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ انھون نے عارضی جوشِ جنون مین خودکشی کی ہے، لیکن اکثر صورتون مین خود یہ جوشِ جنون بعض خاص جذبات کی پرورش کرتے رہنے کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اسلئے اچھی طرح اخلاقی گرفت مین آجاتا ہے، اکثر صورتون مین بعض بہت ہی معمولی قسم کی بیماریان یا دیگر تکالیف انسان سے خودکشی کرا لیتی ہین، اور ان صورتون مین اسکی ادنیٰ شکل جواز بھی نہین پیدا ہو سکتی، اپنی جان لیکر زندگی سے نجات پاجانے کا خیال ایسا ہی بے معنی ہے، جیسا کہ نقل مکانی ہے،

اپنی ہستی کو فنا کردینے کا خیال گو دلکش معلوم ہو، لیکن یہ دلکشی جھوٹی ہے، اسلئے کہ ہستی کو فنا کردینا ممکن ہی نہین، یہ عقیدہ اگر پختگی کے ساتھ ذہن نشین ہوجائے کہ ہستی ایک مرتبہ وجود مین آجانے کے بعد ہمیشہ قائم رہتی ہے، تو معمولی تکالیف سے نجات پانے کے لئے کوئی شخص بھی موت کے نامعلوم دروازہ مین نہ کود ے۔"

سر آلیور لاج، باخبر ناظرین کو یقیناً معلوم ہوگا کہ ماہرِ سائنس کے ساتھ ہی ایک عامل بھی ہین اور مردون کے ساتھ نامہ و پیام کے اعمال مین مشغول رہتے ہین، آگے چل کر وہ لکھتے ہین کہ مین نے بعض ایسی روحون سے بھی ملاقات کی ہے جنھون نے خودکشی کے ذریعہ سے اپنے اجسام خاکی کو چھوڑا تھا، اس سلسلہ مین

"سب سے پہلی مثال میرے تجربہ مین ایک ہونہار ذہین نوجوان کی آئی ہے جو سائنس کا عالم تھا اور شب و روز سائنٹفک تجربات مین مشغول رہتا تھا، اسکا حوصلہ یہ تھا کہ کوئی بڑی ایجاد یا انکشاف کرکے وہ سائنس کے ممتاز اساتذہ مین شمار ہونے لگے، اور اُسکے لئے راتون کو بڑی دیر دیر تک اپنے دارالتجربہ کے اندر اختبارات مین مصروف رہا کرتا تھا، لیکن یہ آرزو کسی طرح بر نہ آئی، اور اس سے وہ خواہ مخواہ ملول و مایوس رہا کرتا تھا، حیات بعد الموت کا وہ قائل نہ تھا، اور نہ میرے علم مین وہ کچھ بھی مذہبی آدمی تھا، تاہم دل کا بہت ہی نیک تھا، اور مال و دولت کی طرف سے بالکل مستغنی، یاس و حزن نے رفتہ رفتہ اسپر اتنا غلبہ پایا کہ اس نے کئی بار خودکشی کا اقدام کیا، اور بالآخر اس مین کامیاب ہوگیا، لیکن مرنے کے بعد اُسپر کیا گذری؟ اس نے اپنے تئین اسیری مین پایا جس سے مقصود اسی کی طبیعت کی اصلاح تھی، مجھسے ملنے کے لئے اور اپنی حسب عادت خلوص و محبت کے ساتھ ملنے کے لئے اُسے چند لمحون کے لئے رہائی حاصل ہوئی، لیکن معاً وہ پھر قید کردیا گیا، اور اسوقت سے مجھے اسکا حال نہ معلوم ہوسکا، مجھے یقین ہے کہ اب اسکی اصلاح ہوگئی ہوگی، اور اسے اپنی پچھلی غلطیون کا احساس ہوگیا ہوگا، اُسپر رحمت و سلامتی ہو۔"

اسکے بعد سر آلیور لکھتے ہین کہ اُن سے بعض اور بھی ایسے مردون سے ملاقات ہوئی ہے جنھون نے اپنے ہاتھ سے اپنی جان لی تھی، ان مین جن لوگون نے مصائب دنیوی سے بالکل تنگ و عاجز آکر خودکشی کی تھی، ان کے ساتھ نسبتہً ترحم آمیز سلوک کیا گیا، لیکن جن لوگون نے بلا کسی خاص وجہ کے خودکشی کرلی تھی، اُنھین عذاب شدید سے دوچار ہونا پڑا ہے، لیکن عذاب شدید ہو یا خفیف، ہر صورت مین اسکا مدعا اصلاح و تزکیۂ نفس ہی ہوتا ہے، اور جب یہ غرض پوری ہوجاتی ہے نجات حاصل ہوجاتی ہے کسی کو عذاب دوام و خلود حاصل نہین، اسلئے (بقول سر آلیور) بڑے سے بڑے بدکار کو بھی

"یاس کامل وقنوط کی کوئی وجہ ہوہی نہین سکتی"

نوبل پرائز

جسوقت سے ٹیگور کو نوبل پرائز ملا ہے، ہندوستان کے لوگ بھی اس اجنبی اصطلاح سے کچھ کچھ واقف ہو چلے ہین، تاہم بالعموم ابھی اس لفظ کی اجنبیت دفع نہین ہوئی ہے، اور بہت سے لوگ اسکے صحیح مفہوم سے بالکل ناواقف ہین، ۳۰ - نومبر کو ڈاکٹر نیل رتن سرکار ڈی، ایس سی (پروفیسر الہ آباد یونیورسٹی) نے اس عنوان پر ایک لکچر دیا، جسکے ضروری مطالب سے ناظرین معارف کو روشناس کیا جاتا ہے،

انیسوین صدی کے ربع آخر مین ملک سویڈن مین ایک نامور سائنس دان ڈاکٹر الفرڈ نوبل تھا، اُسکا اصلی موضوع فن کیمیا تھا، اسمین وہ مجتہدانہ کمال رکھتا تھا، اور متعدد اہم اکتشافات اسی کی قابلیت ذہنی کا نتیجہ ہین، اسے غیر معمولی کمال بارود وغیرہ کی قسم کے آتشگیر مادون کے اکتشاف مین تھا، چنانچہ پکرک ایسڈ امونیم دی کرومیٹ، نائٹروجن آف ڈائیڈ، نائٹرو گلیسرین وغیرہ سب اسی کی دریافت کی ہوئی چیزین ہین، اسکے کیمیاوی اختراعات مین سب سے زیادہ مقبولیت ڈائنامیٹ کو ہوئی، جس سے بڑی بڑی عمارات مستحکم وقلعہ جات چشم زدن مین بھک سے اڑا دیے جا سکتے ہین، اور پہاڑون کو کاٹکر جو راستہ بنائے جاتے ہین، وہ اسی شے کے ذریعہ سے، یورپ کے نظامات حربی نے اس ایجاد کی بیحد قدر کی، خصوصاً جنگ روس وجاپان کے زمانہ مین تو ڈائنامیٹ بیحد مقدار مین خرید کیگئی، اس تجارت سے ڈاکٹر نوبل لکھپتی نہین بلکہ ارب پتی ہو گیا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد اسے احساس ہوا کہ اُسکی ایجاد بنی آدم کی ہلاکت وبربادی کا کسقدر زبردست آلہ ثابت ہو رہی ہین، اس احساس کے بعد اُسے انفعال پیدا ہوا، اور اُس نے اپنے گناہون کا کفارہ کرنا چاہا، لاکھون کرورون روپیہ صرف کرکے اس نے نارد سے

وسویڈن مین شفاخانے، مدرسے وغیرہ قائم کرائے، اور اُسکے بعد ایک عظیم الشان سرمایہ سے ایک فنڈ قائم کر دیا، جسکے سود سے ہر سال پانچ وظیفے ملتے رہین گے، انہین وظائف کو نوبل پرائز کہتے ہین۔

اس نام کے پانچ وظیفہ مین ہر وظیفہ کی تعداد ۸۰۰۰ پونڈ موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے آٹھ لاکھ اور سابق شرح کے لحاظ سے بارہ لاکھ روپیہ) ہے، جو اس شخص کو ملتا ہے جس نے دوران سال مین طبعیات، کیمیائیات، ادبیات، حیاتیات وعلم طب، یا صلح وامن پر بہترین تصنیف شائع کی ہو، انعام پانے کے لئے کسی ملک وقوم کی تخصیص نہین، ہر شخص اُسکا مستحق ہو سکتا ہے، تقسیم وظائف کا کام ایک کمیٹی کے سپرد ہے، جسکا صدر مقام سویڈن مین ہے، مگر جسکے نمائندے دنیا کے ہر گوشہ مین ہین۔

اب تک جتنے لوگون کو وظائف ملے ہین، اُن مین سلاطین اعظم سے لیکر عام افراد تک ہر طبقہ کے لوگ شامل رہے ہین، مقاصد امن وصلح والا وظیفہ اس شخص کو ملتا ہے جسکی کوشش کسی بڑی جنگ کے روکنے کا باعث ہوئی ہے، سنہ ۱۹۰۶ مین یہ وظیفہ قیصر جرمنی (ولیم ثانی) کو ملا تھا! اور اسکے بعد پریسیڈنٹ روزولٹ کو، سائنس کا وظیفہ مکرر ایک فرنچ خاتون میڈم کری کو ملا ہے، جو ریڈیم کی دریافت کرنیوالی ہین، اور اسوقت شاید سب سے بڑی سائنٹسٹ ہین، خاتون موصوفہ کو ایک بار یہ وظیفہ طبعیات مین ملا ہے، اور دوسری بار کیمیائیات مین، ایک مرتبہ (سنہ ۱۹۱۲ مین) یہ وظیفہ ایک فرزند ہند (ٹیگور) کی قسمت مین بھی اُسکے کمالات ادبی کے اعتراف مین آچکا ہے۔

ایوانِ مذاہب

بعض محبان ملک کی عرصہ سے تجویز تھی کہ جسطرح ہندوستان مختلف مذاہب وملل کی آبادیون کا مجموعہ ہے، چاہیئے کہ اُسکے کسی مقام پر ان تمام ادیان رکھنے والون کا ایک سنگم بنایا جائے، یہ تجویز عالم تخیل مین عرصہ سے تھی، حال مین سری بھارت دھرم مہامنڈل (بنارس) نے جو ہندوؤن کی ایک

مسلم مذہبی انجمن ہے، اس جانب ایک عملی قدم اٹھایا ہے۔

مہامنڈل مذکور کی طرف سے ایک دستور العمل شائع ہوا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ کام کرنے والون کی ایک مختصر جماعت اسکے لئے تیار ہوگئی ہے، اور ایک مخیر ہندو رئیس نے چھ لاکھ روپیہ کا عطیہ اس مقصد کے لئے دیدیا ہے، ایک باضابطہ وقف نامہ تیار ہوچکا ہے، جسکی رو سے عمارتون کے لئے وسیع رقبۂ زمین حاصل ہوگیا ہے، وقف نامہ مین مقصدِ وقف یہ بتایا گیا ہے کہ مختلف ادیان و مذاہب مین باہم صلح و اتحاد پیدا کرنے، ان کے متعلق معلومات فراہم کرنے اور سلسلۂ مطالعہ جاری رکھنے کی غرض سے ایک عظیم الشان ایوان مذاہب و کتبخانہ قائم کیا جائے، نیز روحانیت، اخلاق و انسانیت کی عام تبلیغ اس ایوان کے مقاصد مین داخل ہوگی۔

اس ایوان کے مختلف حصے اسلام، ہندو، عیسائی، یہودی، پارسی، بودھ، جین، سکھ، غرض جملہ مذاہب آبادیٔ ہند کے لئے مخصوص ہونگے، ہر مذہب کے متعلق اسکے عبادت خانے ہونگے، اور مہمان خانے ہونگے، جنمین اس مذہب کے علماء و فقراء آکر قیام کرسکین گے، ایک عظیم الشان کتب خانہ ہوگا جسمین جملہ مذاہب کی کتب مقدسہ، انکی شروح و تفاسیر، اور ان کا علم کلام محفوظ ہوگا، ایک دار الاشاعت بھی ہوگا، جسکے ذریعہ سے ایسے لٹریچر کی اشاعت ہوتی رہیگی جو مقاصد بالا مین معین ہو۔

اسکے علاوہ ایوان مذکور کے اور بھی بعض دلچسپ خصوصیات ہونگے، جن ناظرین کو مزید تفصیل کا شوق ہو وہ سکریٹری بھارت دہرم مہامنڈل (بنارس) سے "ہال آف ریلیجنز" (Hall of religion) کا پراسپکٹس (دستور العمل) طلب کرسکتے ہین

تمدنِ چین کی قدامت

عنوان بالا سے ایک مبسوط مضمون فلیپائن کے انگریزی رسالہ دی لٹل پیپر (The letter Paper) مین شائع ہوا ہے، اسکی تلخیص ناظرین معارف کے لئے امید ہے کہ دلچسپ ہوگی:۔

حال مین بعض علمی جماعتون نے چین کی قدیم کتب وغیرہ کے تفحص سے یہ امر پایۂ تحقیق کو پہنچایا ہے کہ چینی تمدن دنیا مین قدیم ترین تمدن ہے، اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار آٹھ سو برس قبل ہی وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے اکتشافات و اختراعات مین انتہائے عروج تک پہنچ چکا تھا، جن ایجادات و اکتشافات کا پتہ اس تفحص سے لگا ہے افسوس کہ ان کے ایجاد و اکتشاف کی ٹھیک اور مقرر تاریخین نہ مل سکین، کیونکہ بہت سی کتب مین صرف مخترع و مکتشف کا نام تو ملتا ہے، لیکن اسکی ایجاد و اختراع کے کوئی خاص سنہ و تاریخ کا پتہ نہین لگتا، البتہ ان اختراعات و اکتشافات کی تاریخ تقریباً معلوم ہوجاتی ہے، چنانچہ ذیل مین وہ مدتین جنکے اندر یہ مختلف ایجادات و اختراعات ظہور پذیر ہوئی ہین، مع انکے موجدین و مخترعین کے نامون کے درج کیجاتی ہین، نیز واضح رہے کہ یہان پر ہم صرف ان ہی اشیاء کا حال درج کرتے ہین جو موجودہ تمدن سے گہرا تعلق رکھتی ہین،

از ۲۸۰۰ ق م تا ۲۶۹۸ ق م — گھانس کی رسیان اور مٹی کے برتن سوجن نے ایجاد کئے، مچھلیان پکڑنے کے جال، سن کے کپڑے، اور علم موسیقی کے متعلق باجے مثل بانسری وغیرہ کے پاڈہی نے ایجاد کئے، گھانس کی چٹائی، لکڑی کے ہل، بانس کی کنگھیان، لوہے کی کلہاڑیان، اور مٹی کے بڑے بڑے برتن شین ننگ نے ایجاد کئے۔

از ۲۶۹۷ ق م تا ۲۵۹۸ ق م — غیر مکمل طور سے مختلف، برتن، چاول کی مشین، چرخہ، آئینہ، قینچیان، کھانا

پکانے کے برتن، چھتریان، رنگ اور مقناطیسی سوئیان، ہوانگ تی نے ایجاد کین، کشتی کو ہواکُودُ نے ایجاد کی، لکڑی کی پچکاری کا کام ٹسوچی نے، اور علم نجوم کے متعلق نامکمل آلات یونگ چینگ نے ایجاد کئے،

برزمانہ حکومت خاندان ٹانگ از ۲۳۵۷ تا ۲۲۵۶ ق م — کارچوبی کام، شراب اور سنگتراشی کی ایجاد ہوئی۔

برزمانہ حکومت خاندان سنگ از ۲۲۵۵ تا ۲۲۰۶ ق م — مصوری کا کام اور مردون کو کفنانے کی ایجاد سنگ نے کی،

برزمانہ حکومت خاندان ہشیا از ۲۲۰۵ تا ۱۷۶۶ ق م — معدنیات کو پگہلانے اور انکو صاف کرنے کا کام، کرسیان، میزین، وغیرہ، پتوار اور بادبان یو نے ایجاد کئے،

برزمانہ حکومت خاندان ینگ از ۱۷۶۶ تا ۱۱۲۳ ق م — موم بتیان، تانبے کے کہانا پکانے کے برتن، سونے کے کڑے، سونے کی بالیان، اور خوشبودار پوڈر، ایجاد ہوئے،

برزمانہ حکومت خاندان چاؤ از ۱۱۲۲ تا ۲۴۹ ق م — چلمنین چاؤکنگ نے ایجاد کین، سورج گھڑی، تانبے کے گول سکے جن مین بیچ مین ایک مربع سوراخ ہوتا تھا، ڈہالین، نیزے، زاویہ وغیرہ تانبے کے ابتدائی آلات، اور نجاری کے متعلق رندہ اور بسولا لوپین نے ایجاد کیا، چینی روشنائی ینگ لی نے ایجاد کی، چینی کی دوات چنگ یو نے ایجاد کی،

اسی زمانہ مین مشین کے ابتدائی اوزار مثل ڈیرک (Derrick) یا آٹو میٹک لیڈر (Automatic Ledder) کے استعمال ہونے لگے تھے، اور موخرالذکر کو ٹسو نے سنگ کی دارالحکومت کے محاصرہ کے وقت استعمال کیا تھا، اور ان دونون کا موجد کنگ شوپن تھا۔

برزمانہ حکومت خاندان چنگ از ۲۴۶ تا ۲۰۷ ق م — عجیب کمانین اس زمانہ مین ایجاد کیگئی تہین، کہ انکو ذرا چھو دینے سے تیر فوراً نکل جاتا تھا، اور جو کوئی انکو چھوتا وہ فوراً مارا جاتا تھا۔

برزمانہ حکومت خاندان ہن از ۲۰۶ تا ۲۱۹ م — کاغذ تسائی لون نے ایجاد کیا، جو اسباب کہ اسوقت مین

بجاے کاغذ کے استعمال کیا جاتا تھا، وہ کپڑا، سن، اور درخت ہوتے تھے، اس زمانہ سے کچھ قبل الفاظ کپڑے اور بانس کے ٹکڑون پر لکھے جاتے تھے، شکر اور کوئلہ بھی اسی زمانہ مین دریافت کیا گیا،

تین خاندانون کی حکومت کا زمانہ از ۲۲۰ تا ۲۶۴ ع — سطح کو برابر کرنے والی گاڑیان اسی زمانہ مین ایجاد ہوئین جو باغبانی مین استعمال کیجاتی تہین، اور وہ خود بخود پانی چھڑکتی جاتی تہین، جوان مین محفوظ رہتا تھا، گاڑیون کو چلانے کے لئے لکڑی کے جانور چو کو لیانگ نے ایجاد کئے، تاریخ مین یہ بھی درج ہے کہ چنگ ایسے لکڑی کے پُتلے بنالیتا تھا کہ جو نقارہ کو بجاتے اور دہونکنیون کو دہونکتے تھے،

برزمانہ حکومت خاندان ٹسین از ۲۶۵ تا ۴۲۰ ع — پولاد چیو ہوائی ون نے ایجاد کیا،

برزمانہ حکومت خاندان سُی از ۵۸۹ تا ۶۲۶ ع — کانچ ایجاد کیا گیا، اور پانی کی گھڑیان ایجاد کیگئین،

برزمانہ حکومت خاندان تنگ از ۶۲۷ تا ۹۳۵ ع — بارود ایجاد کیگئی،

پانچ خاندانون کی حکومتون کے زمانہ مین از ۹۳۶ تا ۹۵۹ ع — چھاپا فانگ ٹاؤ نے ایجاد کیا،

چونکہ یہ تحقیقات صرف انہین امور پر مبنی تھی جو ۱۰۰۰ء سے قبل ایجاد و دریافت ہوئے، اسلئے اُس کے بعد کی ایجادات واکتشافات کو نظرانداز کردیا گیا،

ابو النصر سید احمد بھوپالی

—o—

اخبار علمیّہ

سردی کی شدت سے بعض اوقات جو دانت بجنے لگتے ہین، عام طور پر انہین دانتون ہی کی کڑکڑاہٹ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اسمین دانتون کی حیثیت محض فرعی ہوتی ہے، دراصل سردی کا اثر جبڑے کے عضلات پر ہوتا ہے، یہ عضلہ وہی ہوتے ہین جنکی مدد سے ہم چباتے اور بات کرنے مین منہ کھولتے ہین، انہی عضلات کی لرزش دانتون پر موثر ہوتی ہے، اور دانت کڑکڑانے لگتے ہین۔

(پاپولر سائنس)

امریکہ کے ایک مشہور کتب فروش مسٹر الفرڈ نوف کا بیان ہے کہ ٹیگور کو جرمنی مین جو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہے، اسکے مقابلہ مین امریکہ کی مقبول عام مطبوعات کو پیش کرنا، جنکی تعداد اشاعت لاکھ دو لاکھ تک رہتی ہے، حماقت ہے، مسٹر نوف اس امر کی شہادت عینی دیتے ہین کہ جسوقت وہ برلن مین تھے، وہان کے ایک پبلشر (صاحب مطبع) نے ٹیگور کی تصانیف کے لئے ۱۰ لاکھ کیلوگرام کاغذ منگایا تھا جو ۳۰ لاکھ کتابون کے لئے کافی تھا!!

(لٹریری ڈائجسٹ)

یہی تاجر کتب لکھتا ہے کہ جرمنی کے کتاب خوان پبلک کی توجہ کا اصلی مرکز فلسفہ، مذہب وغیرہ کی سنجیدہ تصانیف ہین، اور افسانہ و قصص سے کہین زاید تعداد مین یہ چیزین نکلتی رہتی ہین، اس شوق مطالعہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ کیزرلنگ کی کتاب موسومہ "ایک فلسفی کا روزنامچہ سیاحت" جسکی ضخامت ایک ہزار صفحہ سے زاید ہے اور جو بڑی تقطیع کی دو جلدون مین ہے، اسکے ۵۰ ہزار سے

زاید نسخے ابتک نکل چکے ہین، (ایضاً)

جرمنی کا سکہ، مارک، جنگ سے قبل تقریباً بارہ پنس کے مساوی ہوتا تھا، گویا ایک پونڈ کے بیس مارک ملتے تھے، جنگ کے بعد مارک کی قیمت جو گھٹنا شروع ہوئی تو اکتوبر ۲۱ء کے چوتھے ہفتہ مین ایک پونڈ ۷۰۰ مارک کے برابر ہوگیا، اور نومبر مین یہانتک نوبت پہنچی کہ ایک پونڈ کے ۱۲۵۰ مارک ملنے لگے،

مارک کی اس ارزانی سے جہان جرمنی کو شدید مالی نقصانات ہو رہے ہین، وہان ہندوستانی طلبہ کو اسی مناسبت سے منافع حاصل ہو رہے ہین، موجودہ شرح تبادلہ کے لحاظ سے چھ ہزار روپیہ مساوی ہین ایک لاکھ مارک کے، اور اتنے سرمایہ کے ساتھ ایک ہندوستانی طالبعلم جرمنی کے جس شہر مین چاہے کم از کم تین برس کی مدت بہ آرام تمام گذار سکتا ہے، جرمنی کے سوا دنیائے متمدن کا کوئی دوسرا ملک ایسا نہین، جہان اسوقت دو ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی مین کوئی ہندوستانی طالبعلم بہ فراغت گذر کر سکے، ہمارے ملک کے جو طلبہ مغربی تعلیم کے شائق ہون، اُن کے لئے جرمن زندگی کی یہ ارزانی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

کنگ ایڈورڈ ہسپتال ونڈسر مین کچھ روز ہوئے ایک ضعیفہ مسز پورٹ فیلڈ داخل ہوئین، جنکا علاج ایک سخت قسم کا اپریشن تھا، لیکن اُنکے جسم مین خون کی مقدار اسقدر کم تھی کہ ڈاکٹرون نے یہ فیصلہ کیا کہ اپریشن کے بعد وہ قطعاً جانبر نہ ہوسکیگی، تاوقتیکہ تازہ انسانی خون ایک پنٹ کی مقدار مین اُسکے جسم مین باہر سے نہ داخل کیا جائے، ضعیفہ کا ایک لڑکا ۲۴ سال کی عمر کا تھا: اس نے یہ سنتے ہی

اپنے تئین پیش کیا کہ میرے جسم سے اتنا خون نکال کر ان کے جسم مین داخل کر دیا جائے، چنانچہ پانچ ڈاکٹرون نے مل کر یہ عمل کیا اور ان کو صحت ہو رہی ہے، (ڈیلی میل)

برطانوی سپاہ کی کل تعداد، سرکاری اعداد کے بموجب حسب ذیل ہے:۔

برطانیہ مین	۲۰۱۱۲۷
نوآبادیون مین	۸۴۲۰۰
ہندوستان مین	۷۶۸۹۶
میزان سپاہ برطانوی	۳۶۱۲۲۳

(ایضاً)

میجر جنرل برینکر نے زنانہ انجینیرنگ سوسائٹی کے سامنے ایک تازہ لکچر مین بیان کیا کہ سر دست طیارون کی زیادہ سے زیادہ قوت ۸۰۰ گھوڑون کی ہو سکی ہے، لیکن وہ زمانہ قریب آ رہا ہے جب انکی قوت ۳۰ ہزار فٹ کی بلندی پر ۴۰۰۰ گھوڑون کی ہوگی، اسوقت یہ آسانی ممکن ہوگا کہ ایک طیارہ لندن سے نیویارک تک ۳۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کر سکے، اور مسافر بھی اسپر سوار رہین، اور آکسیجن سے غذا اور برق سے حرارت حاصل کرتے رہین۔ (ایضاً)

لارڈ نارتھ کلف (مالک اخبار ٹائمس و ڈیلی میل) جو اسوقت مدبرین انگلستان کی صف اول مین ہین، اور آجکل سیاسی اغراض سے سیاحت عالم مین مصروف ہین، جب دار السلطنت چین مین پہنچے تو شاہی مہمان ہوئے، اور "فغفور" چین نے خود اُن کے ساتھ کھانا کھایا، کھانا چالیس اقسام کا تھا، اور اہل چین کے حسب دستور بجائے چھری کانٹے کے بانس کی تیلی تیلیون سے کھایا گیا۔ (ایضاً)

ڈارٹ (انگلستان) مین ایک خاندان ہے جو اپنی طویل العمری کے لیے ضرب المثل ہوتا جاتا ہے، اس خاندان مین چھ بھائی اور دو بہنین ہین جو ابتک سب زندہ ہین، اور انکی عمرین علی الترتیب ۸۱، ۷۸، ۷۴، ۷۲، ۷۰، ۶۸، ۶۷، ۶۴ ہین، ان لوگون کے والد کی عمر ۹۲ اور والدہ کی ۸۱ سال کی ہوئی تھی، اور دادا دادی دونون کی عمرین ۸۱ سال کی ہوئی تھین، (ایضاً)

لندن کے ایک ڈاکٹر لکھتے ہین کہ میری بلی اس حالت مین ایک روز میرے پاس آئی کہ علامات سے مین سمجھا کہ اُسے درد معدہ ہے، مین نے ہر امکانی تدبیر کی لیکن ۲۴ گھنٹے کے اندر وہ تڑپ تڑپ کر مر گئی، اسکے مرنے کے بعد اُسکی لاش پر جب عمل جراحی کیا گیا تو معدہ سے ایک سگرٹ کا ٹکڑا ½ انچ کی جسامت کا برآمد ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ تمباکو کا زہر بلی کے لئے مہلک ہے۔ (ایضاً)

برطانیہ کی سرزمین پر جنوری سے ستمبر ۲۱ء تک جتنے بیرونی اشخاص نے قدم رکھا انکی تعداد حسب ذیل تھی:۔

سیاحت و تفریح کی غرض سے آنے والے	۹۰۸۰۷
مختلف ضروریات و مقاصد سے آنے والے	۵۰۸۸۹
اہل سیاست	۵۱۷۰
وہ اشخاص جنہین اُترنے کی اجازت نہین ملی	۱۱۹۴

(ایضاً)

یونیورسٹی آف پیرس نے حال مین انگلستان کے دو مشاہیر کو اپنے ہان کی ڈاکٹر آف لٹرز کی آنریری ڈگری عطا کی ہے، ان مین سے ایک رڈیارڈ کپلنگ شاعر و ادیب ہین، اور دوسرے سر جیمس فریزر،

محقق علم اساطیر دارمنۂ قبل تاریخ ہین، یورپ مین یونیورسٹی آف پیرس کی اعزازی ڈگری خاص وقعت کی چیز سمجھی جاتی ہے۔ (ایضاً)

دسمبر کی ابتدائی تاریخون مین مشہور مستشرق پروفیسر مارگولیتھ نے رایل سوسائٹی کے سامنے متعدد لکچر اس عنوان پر دیئے:۔ "اسلام سے قبل اہل عرب و بنو اسرائیل کے باہمی تعلقات"۔

(ٹائمز ایجوکیشنل سپلیمنٹ)

آغاز دسمبر مین آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نے دو جلدون مین المفضلیات کو شایع کیا ہے جو عرب جاہلیت کے بہترین کلام کا مجموعہ ہے، اصل عربی کے ساتھ نامور فاضل سر چارلس لائل کے قلم سے انگریزی ترجمہ مع مفصل مقدمہ و حواشی کے بھی شایع ہوا ہے۔ (ٹائمز لٹریری سپلیمنٹ)

۴- دسمبر کو سب سے پہلی بار لندن و سڈنی (آسٹریلیا) کے درمیان لاسلکی تاربرقی کا سلسلہ قائم ہوا، اور سب سے پہلا پریس ٹیلیگرام (اخباری تار)، لندن کے روزنامۂ ڈیلی میل نے اپنے نامہ نگار متعینہ سڈنی کو اسی روز روانہ کیا، لندن و سڈنی کی درمیانی سافت بارہ ہزار میل سے زاید ہے، لاسلکی پیام ۱/۱۴ سکنڈ مین پہنچگیا! اس حساب سے اسکی شرح رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سکنڈ کی ہوتی ہے۔

۱۹۲۱ء مین لندن اور مضافات لندن مین آلات دخانی کے ذریعہ سے سفر کرنے والون کی تعداد سے متعلق حسب ذیل سرکاری اعداد شایع ہوئے ہین،

ٹراموے کے ذریعہ سے	۱،۰۶۵،۴۸۸،۹۳۱

کرایہ کے موٹرون کے ذریعہ سے	۹۳۵،۹۴۶،۰۰۲
زمین دوز ریلون سے	۲۶۵،۵۸۷،۹۴۱
لوکل ٹرینون سے	۴۷۴،۰۰۰،۰۰۰
بڑی ریلون سے	۳۶۸،۰۰۰،۰۰۰

سہ ماہی مختتمہ ۳۰- ستمبر ۱۹۲۲ء مین انگلستان و ویلز مین جدید ولادتین ۲۱۴۸۵۰ ہوئین، یہ تعداد بمقابلہ سہ ماہی ماقبل کی ولادتون کے بقدر ۱۰۴۶۶ کے اور بمقابلہ ۱۹۲۱ء کی تیسری سہ ماہی کی ولادتون کے بقدر ۱۵۰۱۷ کے کم ہے،

سہ ماہی مختتمہ ۳۰- جون ۱۹۲۲ء مین انگلستان و ویلز مین شادیان ۱۴۲۵۸۲ ہوئین، یہ تعداد سہ ماہی ماقبل کی شادیون سے بقدر ۹۳۹۲ کے اور سال گذشتہ کی دوسری سہ ماہی سے بقدر ۴۷۵۴ کے کم رہی،

امریکہ کے ایک سائینٹسٹ نے سالہا سال کی محنت شاقہ کے بعد اور بیس اشخاص کی اعانت سے ایک گھڑی کی تیاری حال مین ختم کی ہے، جسکی قیمت ایک ہزار گنی (دس ہزار روپیہ سے زاید) ہے، یہ گھڑی جیبی ہے، لیکن کلاک کی طرح گھنٹہ بجاتی ہے، الارم دیتی ہے، طلوع و غروب شمس کو بتاتی ہے، ماہتاب کی گردش کا پتہ دیتی ہے، اور سیارون کی نقل و حرکت، نیز دیگر معلومات ہیئت اس سے دریافت ہو سکتے ہین۔

مضافات لندن مین حال مین ایک رانڈ عورت اور رنڈوے مرد کی عجیب و غریب شادی ہوئی ہے، نوشہ کی عمر ۸۱ سال کی ہے، اور دُلہن کا سن خیر سے ان سے دو سال زاید ہے، یعنی ۸۳ سال، دُلہن صاحبہ ادھر تیس سال سے بیوگی کی زندگی بسر کر رہی تھین، اُن کے ماشاء اللہ ۱۹ اولادین پچھلے شوہر سے موجود ہین، جنمین سب سے بڑی اولاد کا سن شریف ۶۰ سال کا ہے، نوشہ صاحب کی دو بیویان اس سے پیشتر وفات پا چکی ہین، یہ تیسری شادی ہے۔ (ڈیلی میل)

دہلی کے ڈاکٹر عبدالستار الجیزی نے جو شام کے بیروت کالج مین پروفیسر ہین، حال مین "عہد اسلامی مین صنایع ہند" کے نام سے ایک جرمن زبان مین ضخیم و مصور کتاب تالیف کی ہے، جسے برلن کی ایک کمپنی نے شایع کیا ہے۔ (کامیلین)

گذشتہ ستمبر مین امریکن کیمیکل سوسائٹی کا سالانہ جلسہ شہر نیویارک مین منعقد ہوا، اور کیمیائیات کے بہترین علما اور اساتذہ نے مختلف عنوانات پر مضامین و مقالات پڑھے، سوسائٹی کا اجلاس پندرہ مختلف شعبون مین منقسم تھا؛ مثلاً حرفتی کیمسٹری، انجینیرنگ کیمسٹری، طبی کیمسٹری، زرعی کیمسٹری، وقس علی ہذا۔ بیالوجیکل کیمسٹری (کیمیائیات حیاتی) کے اجلاس مین دو فرزندان ہند کے بھی مقالات کے لئے وقت نکالا گیا، ان مین سے ایک بنگال کے مسٹر بی، داس تھے، اور دوسرے بمبئی کے مسٹر ڈی، آر، کوکٹر۔

(ایضاً)

ادبیات

یادِ شوکت

اے وہ کہ بنا دیا ہے تو نے   زندان کو بھی غیرتِ گلستان

ہے تیرے جمالِ معنوی سے   تو مین فضاے یوسفستان

آزادیِ رُوح کا یہ عالم   زنجیر بھی تیری تجھسے لرزان

تیرے زندان کی بندشون مین   نیرنگیِ وسعتِ بیابان

تیری لاتقنطوا کی آواز   برہم زنِ بزمِ یاس و حرمان

امید کی لرزشون سے معمور   تیرا ہر نغمۂ پریشان

تیری آنکھون کی جنبشون مین   ہنگامۂ موج و جوشِ طوفان

باطل تری حق پرستیون سے   افسونِ حریفِ فتنہ سامان

عاجز تری بے گناہیون سے   آبِ شمشیر و نوکِ پیکان

تیرے صبر و سکوت مین ہے   صد راز شکستِ جورِ پنہان

تیری مجبوریان کرینگی   شیرازۂ جبر کو پریشان

ایثار ترا، ترا محافظ   اخلاص ترا، ترا نگہبان

کی تو نے نثارِ راہِ ملت   روحِ مست و حیاتِ جولان

نیرنگِ جمالِ مصطفےٰ ہے   تیری محویتون پہ نازان

اے مایۂ افتخارِ ملت

تو ہے روحِ بہارِ ملت

[illegible] انصاری بی اے

کلامِ ثاقب (لکھنوی)

نہ فکرِ انبساط کرکہ دورِ عیش ہو چکا　　خوشی کی فکر کیلئے وہ دل کہان جو کھو چکا

طلوعِ صبح ہے نہ رہ جو کچھ ہوا وہ ہو چکا　　اب اور کیا خیال ہی سوادِ شب تو دھو چکا

یہ خندۂ طرب نہ مبارک اہلِ دہر کو　　بہت زمانہ ہو گیا کہ مین ہنسی کو رو چکا

نہ دم لے ای سرشکِ غم تجھے قسم ہی عشق کی　　فلک کو چھوڑتا ہی کیون اگر مجھے ڈبو چکا

رہے وہ دل مین مدتون مگر سنبھل سکا نہ مین　　مزاجِ حسن و عشق کو بہت دنون سمو چکا

خبر نہین یہ جاگنا ہی زیست تک کہ بعد بھی　　جو ساتھ دل رہا یہی، تو قبر مین بھی سو چکا

نکل کے راہِ عشق سے کسی طرف چلون تو کیا　　کہان سے لاؤن جان و دل یہ دیکھا وہ کھو چکا

چمن ہے زیرِ آسمان نہ پھول اس بہار پر　　بنائے آشیان مگر سمجھ کہ قید ہو چکا

نہ ڈھونڈھ اہلِ دل کو اب کہ جوشِ قلزمِ فنا　　متاعِ درد جنمین تھی وہ کشتیان ڈبو چکا

تہیدِ غم کی لاش پر نہ سر جھکا کے رو دیے　　وہ آنسوؤن کو کیا کرے جو منہ لہو سے دھو چکا

کہان سے لاؤن ڈھونڈھ کر مین انکے تیرِ ناز کو　　جہان مین کیا ملیگا وہ جو دل کے پار ہو چکا

یہ دنہ ہائی کوی دوست راہزن ہین ہوش کے　　ابھی ابھی یہین کہین دلِ حزین کو کھو چکا

فنا کبھی نہین ہوئی وہی ہے حالِ سوزِ دل
ہزار ثاقب آستین و جیب کو بھگو چکا

مطبوعاتِ جدیدہ

سیرۃ صدیق، حضرت ابوبکر صدیق کی جسقدر سوانح عمریان شائع ہوئی ہین، یہ کتاب اُن سب سے زیادہ جامع، مستند، صحیح اور دلچسپ ہے، یہ جناب مولانا حبیب الرحمن خانصاحب شروانی صدر الصدور محکمۂ مذہبی حیدرآباد کی تصنیف ہے، جو ڈاکٹر ضیاء الدین احمد صاحب کی فرمائش سے مرتب کیگئی ہے، مولانا کا تاریخی تصانیف مین ایک مخصوص درجہ اور ایک خاص طرزِ تحریر ہے، اسلئے ہم اسکے متعلق کوئی تفصیلی راے ظاہر کرنا فضول سمجھتے ہین، کتاب کا حجم ۵۸ صفحات کا ہے، مولوی مقتدیٰ خان صاحب شروانی کے زیرِ اہتمام مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹیٹیوٹ علی گڈھ مین تیسری مرتبہ بعض ضروری اضافون کے ساتھ طبع ہوئی ہے، قیمت،

رُوحِ سیاست، یہ ایک ڈراما ہے جسمین جناب نور الٰہی اور محمد عمر صاحبان نے امریکن سیاست کا مرقع کھینچا ہے، ڈرامون مین یہ بڑی کمی تھی کہ ایکٹر عموماً مسخرے ہوتے تھے، اور سینری مین رنگینی اور بدسلیقگی نظر آتی تھی، یہ ڈراما پہلا ڈراما ہے جسمین ایکٹرون کو متانت کی تعلیم دیگئی ہے اور سینری کو سادہ رکھا گیا ہے، اسلئے اسکی بدولت موجودہ ایکٹنگ اور سینری مین تغیر و تبدل کی ضرورت پڑیگی جو لازمی چیز ہے، یہ کتاب دو حصون پر منقسم ہے، یہ اُسکا پہلا حصہ ہے جسمین امریکہ کے مشہور پریسیڈنٹ ابراہام لنکن کی سبق آموز زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے، اور اسکا جو حصہ ڈراما کے لئے موزون تھا وے لیا گیا ہے، ڈرامے مین امریکہ کے سیاسی حالات دلچسپ انداز مین بیان کئے گئے ہین، قیمت ایک روپیہ، پتہ: محمد عمر صاحب مترجم ہائیکورٹ جمون،

کلمات طیبات، یہ جناب امیر علیہ السلام کے اسّی مقولون کا ایک مختصر مجموعہ ہے، جسکو

اُردو اور انگریزی تراجم کے ساتھ منشی شرف الدین احمد خان صاحب نے شائع کیا ہے، اگرچہ ان حکیمانہ مقولون کا ماخذ کتاب مین نہین بیان کیا گیا جس سے اُنکے صحیح یا غیر صحیح ہونے کا فیصلہ کیا جاسکتا، تاہم ان مین جو اخلاقی تعلیمات، جو پند و موعظت اور جو دانش و حکمت موجود ہے وہ ہر شخص کی توجہ کو اپنی طرف مائل کرسکتی ہے، اور ہم اس سے اچھی طرح مستفید ہو سکتے ہین، اُردو ترجمہ سلیس ہے، انگریزی ترجمہ پہلے اچھا نہ تھا، لیکن اب اُسکی بھی اصلاح ہوگئی ہے، قیمت ۸؍، پتہ: منشی شرف الدین احمد خان صاحب ہیڈ کلرک ہوم دپارٹمنٹ رام پور،

فغان مسلم، قومی نظمون کے نشر و اشاعت مین پنجاب کا خاص حصہ ہے، نشتر صاحب جنکی یہ نظم ہمارے سامنے ہے، پنجاب ہی کے رہنے والے ہین، اسمین اُنھون نے خفتہ بخت مسلمانون کو بیدار کیا ہے، اور اُنکو فرائض کی ادائیگی پر توجہ دلائی ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض خامیان بھی موجود ہین، تاہم جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ نشتر صاحب ایک نوجوان شاعر ہین تو خامیون کو نظر انداز کرکے بے ساختہ داد دینی پڑتی ہے، کیونکہ اُنکی نظم کے محاسن، معائب پر غالب ہین، قیمت ۱؍، پتہ: دفتر اخبار وکیل امرتسر،

وصال بلال: حضرت بلال رضؓ کے واقعۂ وفات کو جناب حکیم محمد صادق صاحب صدیقی منشی فاضل نے موثر انداز سے اس رسالہ مین نظم کیا ہے، اگرچہ شاعرانہ حیثیت سے اسمین بعض جگہ تعقید پائی جاتی ہے، تاہم مسلمانون کو جو اسوقت مرنا بھول گئے ہین، اس واقعہ سے مرنے کا طریقہ معلوم ہوسکتا ہے، قیمت ۱؍،

بانگ جرس، مولوی مسعود علی صاحب بریلوی نے علامہ شبلی نعمانی، حضرت اکبر الہ آبادی، مولانا محمد علی جوہر، ڈاکٹر اقبال، مولوی ظفر علیخان وغیرہ کی نظمون کا ایک مختصر مجموعہ شائع کیا ہے، قیمت ۲؍،

دونون رسالے مشرقی کتبخانہ لاہور سے ملین گے۔

مجلد نہم | ماہ جمادی الثانیہ ۱۳۴۰ھ مطابق فروری ۲۲ء | عدد دوم

مضامین